بسم اللہ الرحمن الرحیم
فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره
الاعلام المرفوعة
في
حكم الطلقات المجموعة
اس رسالہ میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کا حکم، اور مخالفین کی غلط فہمیوں
کا جواب نہایت تحقیق کے ساتھ مذکور ہے۔
بہ اضافۂ جدیدہ
تصنیف لطیف
محدث کبیر ابو المآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر
دار المآثر الاسلامیۃ
پوسٹ بکس ۱۱ مئوناتھ بھنجن ۲۷۵۱۰۱

الاعلام المرفوعہ فی حکم الطلاقات المجموعۃ

الاعلام المرفوعہ فی حکم الطلاقات المجموعۃ ۴۹۹

الاعلام المرفوعہ فی حکم الطلاقات المجموعۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید و تعارف

فرقہ غیر مقلدین ایک محدث (نیا) فرقہ ہے، جس کی عمر ابھی کچھ زیادہ نہیں ہے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اور شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی کے کثیر التعداد تلامذہ و متعلقین میں سے ایک صاحب نے سب سے الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائی، اور پھر اسی ڈیڑھ اینٹ پر مزید اینٹیں بڑھتی گئیں، اس فرقہ نے چند ایک اختلافی مسائل کو شناخت اور علامت بنایا۔ اور یہی طریقہ ہر اس گروہ کا رہا ہے جو صراط مستقیم سے منحرف ہوا ہے، روافض اور خوارج سے لے کر زمانۂ حال کے تمام فرقوں اور گروہوں پر نظر ڈال لیجئے کہ کسی کے پاس ''ادخلوا فی السلم کافۃ'' (اسلام میں پورے طور سے داخل ہو جاؤ) کا پروگرام نہیں ملے گا، ہر ایک اپنی اپنی شناخت بنا کر اس کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، اس طرح ایک ایسا مسئلہ جو پورے مجموعۂ اسلام کے پس منظر میں زیادہ اہمیت کا حامل نہیں رہا ہے۔ حق و باطل کا امتیاز بن جاتا ہے، اس کی ایسی مثال ہے، جیسے ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں قدرت نے ہر ایک کی ایک مقدار بنا دی ہے، اس مقدار میں وہ خوب صورت اور برمحل معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ان پانچوں انگلیوں میں سے ایک انگلی اگر گز بھر کی ہو جائے تو وہ اس شخص کی شناخت بن جائے گی۔ مگر پھوہڑ اور بدصورت۔

آپ دیکھ لیجئے کسی نے صحابہ کرام میں چند مخصوص اصحاب کو چن کر انہیں بہت اونچا اٹھا دیا۔ اور دوسروں کو گرا دیا، کہیں گناہ کبیرہ کی حیثیت کو اس کے مقام سے بلند کر کے اسے کفر کے ہم پایہ بنا کر اپنی شناخت قائم کی گئی۔ تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ ورنہ ہر فرقہ کی ایک ایک شناخت دکھائی جا سکتی ہے۔ فرقہ غیر مقلدین نے بھی چند

جزئی مسائل کو اپنی شناخت بنایا، نمازوں میں رفع یدین، آمین بالجہر، قراءۃ خلف الامام، آٹھ رکعات تراویح، ان میں سے کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس پر حق و باطل کا مدار ہو۔ مگر اس عجیب و غریب فرقہ نے ان مسائل کو ان کے رتبہ سے اٹھا کر کہیں سے کہیں پہنچا دیا، اور اسی کو اپنی شناخت بنا لیا۔ پھر اس پر وہ شور و شرابا مچایا، اتنے رسالے نکالے، مناظرے اور مجادلے کے وہ بازار گرم کیئے کہ الامان والحفیظ۔

انہیں علاماتی مسائل میں ایک اہم مسئلہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کا ہے، علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہم نے پہلی مرتبہ ایسی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا مگر ان کے علاوہ کسی عالم نے اسے تسلیم نہیں کیا، اس نومولود فرقہ کو اپنی شناخت کے لئے یہ مسئلہ پسند آیا۔ اور اس نے پوری قوت سے اس مسئلہ کو اچھالا۔ اور دلائل کے نام سے عجیب عجیب قلابازیاں کھائیں۔

یہ مسئلہ اسی طرح اچھالا جاتا رہا، اور جواب دینے والے اس کا جواب دیتے رہے لیکن اس مسئلہ پر مفصل اور مدلل رسالہ لکھنے کی سعادت سب سے پہلے محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی علیہ الرحمہ کو حاصل ہوئی، آپ نے اپنے تبحر علمی، وسعت مطالعہ اور ژرف نگاہی سے اس مسئلہ کے ہر پہلو کو نہایت قوی اور متین دلائل سے واضح کیا۔ اور احادیث و آثار کا ایک بہترین ذخیرہ جمع کر دیا۔ اور غیر مقلدین کے وساوس وشبہات کا مسکت بلکہ شافی جواب دیا۔

چنانچہ اس کی شہادت حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، نے بھی دی ہے وہ تاریخ دعوت وعزیمت (حصہ دوم صفحہ ۱۰۴) کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں:

> ”ان حدیثوں کے متن واسناد میں فریق ثانی نے کلام کیا ہے، اور فریق اول نے محدثانہ طریق پر اس کا جواب دیا ہے، اردو خواں حضرات کے لئے آسانی ہوگی کہ اس مسئلہ پر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کا رسالہ ”الاعلام المرفوعة فی حکم الطلقات المجموعة“

ملاحظہ فرمائیں جواس موضوع پر سلجھا ہوا اور پر مغز رسالہ ہے۔[1]

اس رسالہ کے بعد بہت سے علماء نے اس موضوع پر لکھا، اور خوب لکھا۔ اور تقریباً سب نے اپنی علمی وتصنیفی سفرانہیں راہوں اور خطوط پر کیا، جسے محدث کبیر واضح کر گئے تھے۔ یہ رسالہ دو مرتبہ شائع ہوا، اب عرصہ سے نایاب تھا، ادھر دو ایک برس سے غیر مقلدین اس مسئلہ کو پھر نہایت زور وشور سے اچھال رہے ہیں یہاں تک کہ اس خالص علمی وفقہی مسئلے کو اخباری دنیا میں لے گئے۔ ریڈیو اور ٹیلویژن کے بوچڑ خانوں میں لے گئے اور وہ لوگ جو دشمنی اسلام پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں ان کے ہاتھوں میں یہ مسئلہ تھما دیا پھر جو نہ ہونا تھا وہ ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

لوگوں نے اس موقع پر یہ ضرورت شدت سے محسوس کی کہ حضرت کا رسالہ پھر سے شائع کر کے عام کیا جائے تا کہ جو گرد وغبار غلط جگہوں سے اڑایا جا رہا ہے۔ اسے چھانٹا جا سکے چنانچہ یہ رسالہ حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام کے فتاویٰ کے اضافہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے نافع بنائے اور حضرت کی تربت کو ٹھنڈا رکھے۔

---

[1] تاریخ دعوت وعزیمت حصہ دوم ص ۱۰۴، ۱۰۵ مطبوعہ معارف اعظم گڑھ طبع اول ۱۹۵۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد المصطفٰی النبی الامین وعلی الہ وصحبہ اجمعین. اما بعد!

چند دنوں کا واقعہ ہے کہ بنارس میں ایک حنفی المذہب نے اپنی بی بی کو تین طلاقیں دے دیں، احناف سے اس نے مسئلہ پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی بی بی سے رجعت نہیں کر سکتا لیکن اسی محلے میں ایک اہل حدیث صاحب بھی رہتے ہیں انہوں نے اس کو بتایا کہ قرآن وحدیث کی رو سے رجعت جائز ہے چنانچہ اس نے رجعت کر لی۔

احناف نے جب ان اہل حدیث صاحب سے گفتگو کی تو ان سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور کہا کہ ہمارے علماء ایسا ہی کہتے ہیں اس کے بعد انہوں نے بنارس ہی کے ایک اہل حدیث مولوی صاحب سے ایک فتویٰ لکھوا کر احناف کو دکھایا احناف نے اس فتوے کو میرے پاس بھیج کر نفس مسئلہ اور اس فتوے کی حقیقت حال دریافت کی۔ احباب بنارس کے اس استدعا پر یہ رسالہ لکھا گیا ہے اور اس میں نفس مسئلہ کی ضروری تحقیق کے علاوہ اہل حدیث مولوی صاحب کی تقریباً ہر بات کا جواب اور دیگر مخالفین کی بھی قابل اعتنا باتوں کا جواب دیا گیا ہے...... اسی مختصر تمہید کے بعد اب اصل مقصود کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں۔ ''واللّٰہ الموفق للصواب''

باب اول

ایک مجلس کی تین طلاقیں چاہے بیک لفظ[1] دی جائیں یا بالفاظ متعددہ[2] واقع ہو جاتی ہیں اور تین طلاقوں کے بعد چاہے وہ جس طرح دی گئی ہوں رجعت کرنا شرعاً ممکن نہیں ہے۔ شریعت کا یہ وہ مسئلہ ہے جس پر اہل سنت والجماعت کے ہر چہار امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کا اتفاق ہے اور نہ صرف یہی بلکہ دیگر اکابر ائمہ فقہ وحدیث مثلاً امام اوزاعی (امام شام) امام نخعی امام ثوری، امام اسحٰق امام ابوثور امام بخاری کا بھی یہی قول ہے بلکہ جمہور صحابہ وتابعین و جمہور ائمہ وخلف اسی کے قائل ہیں چنانچہ امام نووی شرح مسلم (جلد ا صفحہ ۴۷۸) میں لکھتے ہیں۔ "وقد اختلف العلماء فی من قال لامراته انت طالق ثلاثا فقال الشافعی و مالك و ابو حنیفه وا حمد و جماهیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلث[3]" ۔ اور شیخ امام ابن الہمام فتح القدیر (جلد ۳ صفحہ ۲۵) میں فرماتے ہیں "وذهب جمهور من الصحابة والتابعین ومن بعد هم من ائمة المسلمین الی انه یقع الثلاث[4]" اور علامہ عینی شرح بخاری (جلد ۲۰ صفحہ ۲۳۳) میں لکھتے ہیں "ومذهب جماهیر العلماء من التابعین ومن بعدهم منهم الاوزاعی والنخعی والثوری وابوحنیفه واصحابه

---

[1] مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھ کو تین طلاقیں دیں

[2] مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ میں نے تجھ کو طلاق دی ۱۲ منہ

[3] جو اپنی عورت سے کہے کہ تجھ کو تین طلاقیں ہیں تو اس بارے میں اماموں کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام مالک امام ابوحنیفہ امام احمد اور اگلے پچھلے جوق در جوق علماء کہتے ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہوں گی

[4] جمہور صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے ائمہ اسلام اس طرف گئے ہیں کہ تینوں واقع ہو جائیں گی

ومالك والشافعي واصحابه واحمد واصحابه واسحق وابو ثور وابو عبيد واخرون كثيرون على ان من طلق امراته ثلثا وقعن ولكنه ياثم[1]" اور علامہ ابن رشید بدایۃ المجتہد (جلد۲ صفحہ۵۷) میں لکھتے ہیں "جمهور فقهاء الامصار علي ان الطلاق بلفظ الثلاث حكمه حكم الطلقة الثالثة[2]" اور حافظ ابن القیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں: "واما المسألة الثانية وهی وقوع الثلث بكلمة واحدة فاختلف الناس فيها علی اربعة مذاهب احد ها انه يقع وهذا قول الائمة الاربعة وجمهور التابعين وكثير من الصحابة" [3]

اس قسم کے اقوال وعبارات کا اگر استقصاء کیا جائے تو بہت تطویل ہوگی اس لئے اتنے ہی پر اکتفاء کرتا ہوں اور اب مسئلہ کے دلائل پیش کرتا ہوں۔

حدیث اول: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے "ان رجلا طلق امراته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتها كما ذاق الاول[4]" یعنی ایک شخص نے اپنی بی بی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس نے دوسرے سے نکاح کرلیا۔ دوسرے شوہر نے قبل خلوت کے طلاق دے دی۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ

---

[1] تابعین اور تابعین کے بعد جمہور علماء مثلاً اوزاعی، نخعی، ثوری، ابوحنیفہ اور ان کے صحاب شافعی اور ان کے اصحاب اور احمد اور ان کے اصحاب نیز اسحاق، ابوثور، ابوعبید اور دوسرے بہت سے لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ جو اپنی بی بی کو تین طلاقیں دے گا تو وہ واقع ہو جائیں گی لیکن وہ گناہ گار ہوگا۔

[2] تمام بلاد اسلامیہ کے جمہور فقہاء اس پر ہیں کہ تین کے لفظ سے طلاق دینے کا وہی حکم ہے جو تیسری طلاق کا ہے

[3] رہا دوسرا مسئلہ اور وہ یکجائی تین طلاق سے تین واقع ہونے کا مسئلہ ہے تو لوگ اس میں چار طرف گئے ہیں ایک مذہب یہ ہے کہ تین واقع ہو جائیں گی اور یہ قول چاروں اماموں کا اور جمہور تابعین کا اور بہت سے صحابہ کا ہے۔ (زاد المعاد ص ١٦٤ بر حاشيه زرقانی: ج۷

[4] بخاری: ۷۹۱/۲ و مسلم: ٤٦٣/١

اب پہلے کے لئے حلال ہوگی یا نہیں، فرمایا نہیں تاوقتیکہ دوسرا شوہر پہلے کی طرح لطف اندوزِ صحبت نہ ہو پہلے کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔

کوئی یہ نہ کہے کہ تین طلاقوں میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ تینوں تین طہر میں دی گئی ہوں گی اس لئے کہ یہ احتمال خلاف ظاہر ہے علامہ عینی نے عمدۃ القاری اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (جلد۹ صفحہ۴۶۹) میں لکھا ہے "فالتمسك بظاهر قوله طلقها ثلاثا فانه ظاهر فی کونها مجموعة یعنی طلقها ثلاثا" تینوں طلاقوں کے بیک وقت ہونے میں ظاہر ہے لہٰذا ظاہر کو چھوڑ کر بلا وجہ اور بلا قرینہ غیر ظاہر کو اختیار نہیں کیا جاسکتا اور لطف یہ ہے کہ امام بخاری نے بھی "طلقها ثلاثا" سے ہر سہ طلاق کا بیک لفظ یا بیک مجلس ہونا ہی سمجھا ہے اس لئے کہ وہ حدیث مذکورہ بالا کو "باب من اجاز الطلاق الثلاث" کے ماتحت لائے ہیں یعنی وقوع[1] ثلاث مجموع کی دلیل اس حدیث کو قرار دیا ہے، اسی طرح یہ شبہ بھی نہ کرنا چاہئے، کہ حدیث مذکور میں رفاعہ قرظی کا واقعہ مذکور ہے اس لئے کہ یہ محض بے دلیل بات ہے اور واقعے یقیناً متعدد ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے خود فتح الباری میں اس پر متنبہ فرمایا ہے تو خواہ مخواہ رفاعہ کے قصے پر حمل کرنا تحکم ہے۔

حدیث دوم: ابن ابی شیبہ بیہقی اور دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طلاق کے مشہور قصہ میں روایت کیا ہے "فقلت (القائل ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه) یا رسول اللّٰه ارایت لو انی طلقتها ثلاثا کان یحل لی ان اراجعها قال لا کانت تبین منك وتکون معصیة" یعنی ابن عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فرمایئے، اگر میں نے تین طلاقیں دی ہوتیں تو میرے لئے رجعت کرنا حلال ہوتا یا نہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں، وہ تم سے بائنہ ہوجاتی اور ایسا کرنا گناہ ہوتا، سنن دار قطنی میں اس کی اسناد یوں ہے "حدثنا علی بن

[1] یکجائی تین طلاقوں کے واقع ہونے کی

محمد بن عبید الحافظ نامحمد بن شاذان الجوھری نامعلی بن منصورنا شعیب بن رزیق ان عطاء الخراسانی حدثھم عن الحسن قال حدثنا عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ'' اس حدیث میں شعیب بن رزیق ایک راوی ہیں ان کو حافظ ابن القیم نے ضعیف کہا ہے اور انہیں کی وجہ سے اس حدیث کی تضعیف کی ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ حافظ ابن القیم کا شعیب کو ضعیف قرار دینا بالکل بے جا ہے اس لئے کہ ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی نے ان کی تضعیف نہیں کہ ہاں ابوالفتح ازدی نے بے شک ان کو لین کہا ہے مگر یہ بہت نرم اور کمزور جرح ہے علاوہ بریں ابوالفتح کی جرحیں بالکل نا قابل اعتبار ہیں اولاً اس لئے کہ وہ خود ضعیف وصاحب مناکیر وغیر مرضی ہیں۔ ثانیاً وہ بے سند و بے وجہ جرح کیا کرتے ہیں جیسا کہ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال (جلد۱ صفحہ۴) اور (جلد۳ صفحہ۴۶) میں اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب جلد اول ترجمہ احمد بن شبیب میں لکھا ہے۔

باقی بعض لوگ ابن حزم کی جرح کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن حزم ائمہ جرح وتعدیل میں سے نہیں ہیں اس کے علاوہ ان کی زبان درازی کی بڑے بڑے محدثین نے شکایت کی ہے اور ان کی جرحوں کو نا قابل التفات قرار دیا ہے اس لئے کہ ان کی زبان سے ترمذی اور ابوالقاسم بغوی اور بڑے بڑے ائمہ بھی نہیں بچ سکے ہیں چنانچہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (جلد۳ صفحہ۳۲۸) میں اور علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں اور مولانا عبدالحئی نے الرفع والتکمیل (صفحہ۱۹) میں اس کی تصریح کی ہے اور اس پر مزید یہ کہ ازدی وابن حزم دونوں کی جرحیں مبہم ہیں۔ اور جرح مبہم اصول حدیث کے رو سے ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔

اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ شعیب ضعیف نہیں بلکہ وہ لاباس بہ ہیں جیسا کہ

دحیم نے کہا، بلکہ وہ ثقہ ہیں جیسا کہ دار قطنی نے فرمایا[1]

اس سند کے دوسرے راوی جن میں بعض لوگوں نے کلام کیا ہے۔ عطاء خراسانی ہیں کہا جاتا ہے کہ بخاری و بیہقی و شعبہ و ابن حبان و عقیلی اور سعید بن المسیب نے ان میں کلام کیا ہے لیکن یہ محض بے تحقیق بات ہے میں ان میں سے ہر ایک کا کلام نقل کر کے حقیقت حال کو ظاہر کر دینا چاہتا ہوں۔

امام بخاری نے فرمایا ہے کہ میں نے مالک کا کوئی استاد ایسا نہیں پایا جو متروک ہونے کا مستحق ہو سوائے عطاء خراسانی کے اس کلام کو امام ترمذی نے کتاب العلل میں نقل کیا ہے اور خود اپنے استاذ امام بخاری کی تردید کر دی ہے "عطاء ثقة روى عنه مالك و معمر ولم اسمع احداً من المتقدمين تكلم فيه" یعنی عطاء ثقہ معتبر ہیں ان سے مالک و معمر نے حدیث سنی ہے اور میں نے سنا ہی نہیں کہ بخاری سے پہلے کے حفاظ و نقاد میں سے کسی نے عطاء کے بارے میں کلام کیا ہو۔

حافظ ذہبیؒ نے میزان میں بخاری کا کلام اور ترمذی کا جواب دونوں نقل کیا ہے۔

بیہقی نے عطاء کی نسبت کہا ہے "ليس بالقوى وتكلم فيه اهل الحديث" یعنی وہ قوی نہیں ہیں اور محدثین نے ان میں کلام کیا ہے یہ دونوں جرحیں مبہم ہیں اور میں بتا چکا ہوں کہ جرح مبہم مقبول نہیں ہوتی، مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری ابکار المنن (صفحہ ۴۷) میں لکھتے ہیں "ليس بالقوى ايضا غير قادح فانه مجمل يعنى ليس بالقوى" راوی کے حق میں کچھ مضر نہیں ہے اس لئے کہ یہ مبہم جرح ہے۔

شعبہ نے عطاء کی نسبت کہا ہے "كان نسياً." (بھولنے والے تھے) یہ جرح بھی مضر نہیں ہے بھول سے کون خالی ہے اور یہی وجہ ہے کہ شعبہ نے عطاء سے روایت بھی کی ہے۔ معلوم ہوا کہ خود ان کے نزدیک بھی ان کی جرح مضر نہیں ہے اور

---

[1] میزان ذہبی

نہ وہ اتنا بھولتے تھے کہ ان کی حدیثوں کو نا قابل اعتبار قرار دے دیا جائے۔

ابن حبان نے ان میں جو کلام کیا ہے حافظ ذہبی نے میزان میں اس کو نقل کر کے یوں فرمایا ہے "فهذا القول من ابن احبان فيه نظر[1]" یعنی ابن حبان کے اس کلام میں نظر و اعتراض ہے۔ علاوہ بریں ابن حبان کی سختی حد اعتدال سے بڑھی ہوئی ہے اس لئے ان کی جرحیں محدثین کے نزدیک معتبر نہیں ہیں دیکھو الرفع والتکمیل (صفحہ ۱۸، ۱۹) اور القول المسدد اور میزان (جلد ا صفحہ ۱۲۷)، (جلد ۲ صفحہ ۸۵) اور (جلد ۳ صفحہ ۲۲۱) عقیلی نے عطاء کو ضعفاء میں صرف سعید بن المسیب کی حکایت کی وجہ سے شمار کیا ہے وہ حکایت آگے آئے گی اور وہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس حکایت کی وجہ سے عطاء کی تضعیف جائز نہیں ہو سکتی اس کے علاوہ عقیلی سے اس باب میں سند پکڑنا غلط ہے اس لئے کہ محدثین ان کی تضعیف کا اعتبار نہیں کرتے۔ ان کا تو یہ حال ہے کہ انہوں نے امام بخاری کے جلیل القدر استاد علی بن المدینی کو کتاب الضعفاء میں ذکر کر دیا، حافظ ذہبی اس پر نہایت برہم ہوئے اور میزان میں عقیلی کا یوں رد کیا "فمالك عقل يا عقيلى اتدرى فيمن تكلم وانما تبعناك فى ذكر فى هذا النمط لنذب عنهم ولنزيف ما قيل فيهم كانك لا تدرى ان كل واحد من هولاء اوثق منك بطبقات بل واوثق من ثقات كثيرين لم تورد هم فى كتابك فهذا مما لا يرتاب فيه محدث وانما اشتهى ان تعرفنى من هو الثقة الثبت الذى ما غلط ولا انفرد بما لا يتابع[2]" یعنی اے عقیلی تم کو عقل نہیں تم کچھ سمجھتے بھی ہو کہ کس شخص کے بارے میں کلام کر رہے ہو اور ہم جو تمہارے اتباع میں ان کا ذکر کر رہے ہیں تو صرف اس لئے کہ ان کی طرف سے جواب دیں اور ان میں جو کلام ہوا ہے اس کو کمزور ثابت کریں گویا تم کو معلوم ہی نہیں کہ ان میں سے ہر ایک تم سے بدرجہا زیادہ ثقہ ہے بلکہ

---

[1] میزان: ۲/۱۹۹ [2] میزان الاعتدال: ۲/۲۲۱

بہت سے ان ثقات سے بھی زیادہ ثقہ ہے جن کو تم نے اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا ہے یہ ایسی بات ہے جس میں کسی محدث کو شک نہیں ہو سکتا میں تو تم سے صرف اس کی خواہش رکھتا ہوں کہ ذرا تم مجھے کوئی ایسا ثقہ پہنچوا دو جس نے کبھی غلطی نہ کی ہو یا کسی چیز کے روایت کرنے میں منفرد ہوتا ہے اور کوئی دوسرا اس کی تائید نہیں کرتا پس اس کی وجہ سے اگر تضعیف کر دی جائے تو دنیا میں کوئی ثقہ نہ بچے گا۔

سعید بن المسیب کی حکایت یہ ہے، کسی نے سعید سے کہا کہ عطاء کہتے ہیں کہ مجھ سے سعید بن المسیب نے فلاں حدیث یوں بیان کی سعید نے کہا کذب عطاء یعنی عطاء نے غلط کہا میں نے ان سے یوں نہیں بلکہ یوں بیان کیا ہے آپ خود غور کیجئے کہ اس حکایت کی بنا پر عطاء کی تضعیف کیونکر جائز ہو سکتی ہے ابھی ابھی حافظ ذہبی کی زبانی آپ سن چکے ہیں کہ کوئی ثقہ راوی ایسا نہیں ہے جس سے غلطی نہ ہو جاتی ہو ہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ سعید بن مسیب کے قول "کذب عطاء" میں کذب بمعنی نسی یا غلط ہے اس لئے کہ اہل مدینہ میں یہ محاورہ بہت شائع و ذائع تھا[1] نیز سعید بن مسیب جیسے جلیل القدر تابعی اور امام فقہ و حدیث سے نہایت مستبعد ہے کہ غلطی و نسیان کا احتمال ہوتے ہوئے کسی عالم کو جھوٹا کہہ دیں۔

اس تفصیل سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ عطاء کے بارے میں کوئی جرح ایسی نہیں ہے جو ان کو ثقاہت و عدالت میں قادح ہو اور یہی وجہ ہے کہ اکابر حدیث و ماہرین رجال و ائمہ مسلمین نے ان سے روایت کی ہے بلکہ ان کے شاگردوں میں ایسے حضرات بھی ہیں جس کا کسی سے روایت کر لینا اس کی ثقاہت کی کافی سند ہے جیسے شعبہ، و مالک اور ان کے علاوہ امام ابو حنیفہ، معمر، سفیان ثوری امام اوزاعی نے بھی ان سے روایت کی ہے اور ماہرین رجال میں سے وہ لوگ جن کی شرطیں بہت سخت ہیں ان لوگوں نے عطاء کی توثیق کی ہے مثلاً امام نسائی نے ان کو

[1] مقدمہ فتح الباری ۱۲ منہ

"لا باس به" کہا ہے اور ابو حاتم نے "ثقة محتج به" (یعنی معتبر اور ان سے حجت پکڑنا جائز) کہا ہے۔ ان حضرات کے علاوہ امام احمد اور ابن معین اور عجلی نے کہا ہے ثقہ اور یعقوب بن شیبہ نے کہا ہے "ثقة معروف بالفتویٰ والجهاد" (معتبر ہیں فتویٰ اور جہاد میں مشہور ہیں) اور دار قطنی نے کہا "ثقة فی نفسه الا انه لم يدرك ابن عباس" (بجائے خود ثقہ ہیں مگر انہوں نے ابن عباس کو نہیں پایا۔) اور ترمذی نے کہا "عطاء ثقة روى عنه مالك و معمر ولم اسمع احدا من المتقدمين تكلم فيه" اور ترمذی نے ان کی بعض احادیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے بھی القول المسدد (صفحہ ۴۵) میں عطاء کی ایک روایت کو قوی کہا ہے۔ بخاری کے سوا جملہ اصحاب صحاح نے ان کی روایتیں لی ہیں اور امام مسلم نے تو احتجاج بھی کیا ہے، اور ابوداؤد نے ان کی روایت کے مقابلے میں ابو الزبیر کی ایک روایت کو مرجوح و شاذ قرار دیا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث مذکور کی اسناد قوی ہے اور اس حدیث سے احتجاج صحیح ہے اور بعض لوگوں نے اس کی اسناد میں جو کلام کیا ہے نہایت لغو اور اصول محدثین سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

حدیث سوم: امام شافعی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم و دار قطنی وغیرہ نے حضرت رکانہ سے روایت کیا ہے "انه طلق امرأته البتة فاتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ما اردت قال واحدة قال آلله قال آلله قال هو على ما اردت" یعنی حضرت رکانہ نے اپنی بی بی کو لفظ بتہ کے ساتھ طلاق دی اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نے پوچھا کہ اس لفظ سے تم نے کیا ارادہ کیا ہے انہوں نے کہا ایک طلاق کا آپ نے کہا بخدا؟ انہوں نے کہا بخدا! آپ نے فرمایا کہ جو تم نے ارادہ کیا وہی ہے، اس حدیث کے دوسرے طریق میں ہے کہ آپ نے ان سے تین بار قسم لی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں بھی واقع ہو جاتی ہیں ورنہ رکانہ سے بار بار قسم دے کر

یہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ "اللّٰہ ما اردت الا واحدۃ" خدا کی قسم کھا کر کہو کہ ایک کے سوا اور کچھ ارادہ نہیں کیا ہے یہ سوال تو جب ہی درست ہو سکتا ہے جب ایک کا ارادہ کرنے سے ایک اور تین کا ارادہ کرنے سے تین واقع ہوں اور اگر دونوں صورتوں میں ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہو تو ایک اور تین میں سے ایک کی تعیین کرنا بے معنی بات ہوگی "وحاشاجنابه صلی اللّٰه علیه وسلم عن ذالك" ابو داؤد نے اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا "هذا اصح من حديث ابن جريج" (یعنی یہ حدیث ابن جریج کی حدیث سے اصح ہے) اور دار قطنی نے اس کو ذکر کر کے لکھا ہے "قال ابو داؤد هذا حديث صحيح" (یعنی ابوداؤد نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے) اور ابن ماجہ نے (صفحہ ۱۴۹) میں اس کو ذکر کر کے لکھا ہے "سمعت ابا الحسن علی بن محمد الطنافسی يقول ما اشرف هذا الحديث" (یعنی میں نے اپنے استاذ طنافسی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ حدیث کتنی شریف و بہتر ہے) اور حافظ ابن حجر نے تلخیص (صفحہ ۳۱۹) میں لکھا ہے: "صححه ابو داؤد و ابن حبان والحاکم" (یعنی اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے) ابوداؤد و ابن ماجہ و دار قطنی میں اس حدیث کی مشترک اسناد یوں ہے "جرير بن حازم عن الزبير بن سعيد عن عبداللّٰه بن علی بن یزید بن رکانة عن ابيه عن جده" جریر بن حازم سے اصحاب صحاح ستہ نے حجت پکڑی ہے[1]۔ زبیر بن سعید کی ابن معین نے توثیق کی ہے، ہاں نسائی نے ان کی تضعیف کی ہے مگر اولاً تو ان کی جرح مبہم ہے۔ دوسرے وہ متعنت (متشدد) ہیں لہٰذا ان کی تضعیف نامعتبر ہے۔

عبداللہ بن علی بن یزید کی ابن حبان نے توثیق کی ہے (خلاصہ) پس معلوم ہوا کہ یہ اسناد صحیح و قابل احتجاج ہے۔ اس حدیث کی دوسری اسناد یوں ہے "الشافعی

---

[1] مقدمہ فتح الباری

حدثنا عمی محمد بن علی بن شافع عن عبداللّٰہ بن علی بن السائب عن نافع بن عجیر بن عبدیزید ان رکانۃ بن عبد یزید طلق الخ[1]" امام شافعی کی ثقاہت وعدالت میں کلام ہی نہیں اور محمد بن علی بن شافع اور عبداللہ بن علی بن السائب کی امام شافعی نے توثیق کی ہے[2] اور نافع بن عجیر کو بغوی وغیرہ نے صحابہ میں شمار کیا ہے اور ابن حبان نے ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے پس یہ اسناد بھی بے تامل صحیح وحجت ہے۔ حضرت رکانہ کے واقعہ طلاق سے متعلق ایک دوسری روایت جو مسند احمد میں ہے اس کی سند ضعیف ومجروح اور روایت مرجوح ہے اس کی تفصیل باب دوم میں ملاحظہ ہو۔

حدیث چہارم: دارقطنی نے بروایت عائشہ صدیقہ مرفوعاً ذکر کیا ہے "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا طلق الرجل امراتہ ثلاثا فلا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ ویذوق کل واحد منھما عسیلۃ الآخر[3]" یعنی جب کوئی شخص اپنی بی بی کو تین طلاقیں دے دے تو جب تک وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح کر کے ہم صحبت نہ ہو لے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی اس حدیث کی اسناد یوں ہے "حدثنا احمد بن علی بن العلاء حدثنا ابو عبیدۃ بن ابی السفرنا ابو اسامۃ عن زائدۃ بن قدامۃ عن علی بن زید عن ام محمد عن عائشہ" بعض لوگوں نے علی بن زید میں کلام کیا ہے مگر وہ مسلم وسنن اربعہ کے رجال میں سے ہیں اور ترمذی نے ان کو صدوق (بہت راست گو) کہا ہے اور ان کی حدیث کی ایک جگہ تصحیح اور دوسری جگہ تحسین کی ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ متروک نہیں ہیں ہاں کچھ نرمی ان میں ہے۔ بہرحال ان کی حدیث اگر صحیح نہیں تو حسن ضرور ہے اور حدیث حسن بھی حجت ہو سکتی ہے۔

---

[1] دارقطنی: ص ۴۳۸، ابوداؤد [2] خلاصہ [3] ص ۴۳۸

حدیث پنجم: دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی نے اپنی بی بی عائشہ خثعمیہ کو اس لفظ سے طلاق دی۔ ''اذھبی فانت طالق ثلاثا'' یعنی تو چلی جا تجھ کو تین طلاق ہے۔ عائشہ چلی گئیں بعد میں حضرت حسن کو معلوم ہوا کہ عائشہ کو جدائی کا بڑا رنج ہے تو رو دیئے اور فرمایا ''لو لا انی سمعت او حدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امراته ثلثا مبهمة او ثلاثا عند الاقراء لم تحل حتی تنكح زوجا غيره لراجعتها[1]'' یعنی اگر میں نے اپنے جد امجد حضور ﷺ سے نہ سنا ہوتا یا یوں فرمایا کہ اگر میں نے اپنے والد سے اور انہوں نے میرے جد امجد آنحضرت ﷺ سے نہ سنا ہوتا کہ جو شخص اپنی بی بی کو تین مبہم (یعنی بیک لفظ) طلاق دے دے یا تین طہروں میں تین طلاقیں دے تو جب تک وہ عورت دوسرے سے نکاح نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں ہو سکتی تو میں عائشہ سے رجعت کر لیتا۔

اس حدیث کی اسناد کے دو راویوں پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے۔ ایک سلمۃ بن الفضل دوسرے عمرو بن ابی قیس پر لیکن انصاف یہ ہے کہ ان دونوں راویوں پر کوئی ایسی جرح نہیں کی گئی ہے جس کی وجہ سے ان کو متروک قرار دیا جائے چنانچہ سلمۃ بن الفضل کی جہاں بعض لوگوں نے تضعیف کی ہے دوسرے لوگوں نے توثیق بھی کی ہے۔ مثلاً ابن معین نے کہا ہے کہ میں نے خود ان سے حدیثیں لکھی ہیں اور ان سے روایت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، ابو حاتم نے کہا ہے ''محله الصدق'' ابن سعد نے کہا ہے ''کان ثقة صدوقا'' اور جرحوں کا یہ حال ہے کہ بعض مبہم ہیں اور کوئی متشدد شخص کی جرح ہے اور کوئی کسی دوسری وجہ سے غیر مضر ہے۔ اور ان سے زیادہ خفیف عمرو بن ابی قیس پر کلام ہے چنانچہ حافظ ابن حجر وغیرہ نے ان کی نسبت لکھا ہے ''صدوق له اوهام'' یعنی راست گو ہیں کچھ وہم بھی ان

[1] ص ۴۳۷

کو ہوتا ہے اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری نے ابکار المنن میں تصریح کی ہے کہ ''صدوق'' کے بعد ''له اوهام'' کہنے سے راوی کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا اور ابوداؤد نے ان کی نسبت ''لا باس به'' کہا ہے اور ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے غایۃ مافی الباب یہ کہ یہ حدیث بھی حسن سے کم نہیں ہے لہٰذا یہ بھی حجت ہوسکتی ہے خصوصاً جب کہ سنن دارقطنی میں یہ حدیث ایک دوسری اسناد سے بھی مروی ہے جس سے اس کی تائید ومتابعت حاصل ہوتی ہے۔

حدیث ششم: دارقطنی میں حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے ''قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من طلق فى بدعة واحدة اوثنتين او ثلاثا الزمناه بدعته'' یعنی جو شخص بدعی طریقے پر طلاق دے گا چاہے ایک طلاق (مثلاً بحالت حیض) دے یا دو یا تین طلاق بیک لفظ دے تو ہم اس کی بدعت اس کے ساتھ لازم کردیں گے یعنی ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہوجائے گی۔

اس حدیث کی اسناد میں اسمٰعیل بن امیہ واقع ہوئے ہیں یہ اسمٰعیل بن امیہ دارع بصری ہیں اور ان کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے بعض حضرات نے ان کو اسمٰعیل بن ابی امیہ قرشی یا کوفی سمجھ کر کلام کردیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بہرحال یہ حدیث بھی قابل احتجاج ہے اور اس کی موید ایک دوسری حدیث ہے جو سنن دار قطنی میں بروایت علی رضی اللہ عنہ مروی ہے اس کی اسناد ضعیف ہے لیکن مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری نے القول السدید میں لکھا ہے کہ جو حدیث کسی دوسری حدیث کی تائید کے لئے پیش کی جائے وہ اگر ضعیف بھی ہو تو کچھ حرج نہیں۔

حدیث ہفتم: دارقطنی ومصنف عبدالرزاق وغیرہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں اس کے لڑکوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ اب کوئی مخلص ہے یا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا باپ اللہ سے ڈرتا ہوتا تو اللہ اس کے لئے کوئی مخلص نکالتا (جاؤ) اس

کی بی بی تین طلاقوں سے بائن ہوگئی اور نوسوستانوے طلاقوں کا گناہ تمہارے باپ کی گردن پر رہا۔

اس حدیث کی ایک اسناد یوں ہے "محمد بن عيينة عن عبيدالله الوصافي وصدقة ابن ابی عمر ان عن ابراهيم بن عبيدالله بن عبادة بن الصامت عن ابيه عن جده" اس سند پر یہ کلام ہے کہ عبیداللہ وصافی مجروح ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو ان کی بعض حدیثوں کی ترمذی نے تحسین کی ہے دوسرے وہ اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ صدقہ بن ابی عمران نے ان کی متابعت وتائید کی ہے اور صدقہ ثقہ ومعتبر راوی ہیں اس سند پر ایک کلام یہ بھی ہے کہ ابراہیم اور ان کے باپ مجہول ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم کو مجہول کہنا اصول حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے، اصول یہ ہے کہ جس شخص سے دو شخصوں نے روایت کی ہو وہ مجہول نہیں رہتا۔ اور ابراہیم سے وصافی اور صدقہ دو شخصوں نے روایت کی ہے لہٰذا وہ مجہول نہیں ہے ہاں عبیداللہ بن عبادہ سے صرف ان کے بیٹے روایت کرتے ہیں لیکن اولاً تو صحابہ کی اولاد میں دروغ بیانی رائج نہ تھی۔[1] ثانیاً عبیداللہ کی تائید ومتابعت داؤد نے کی ہے جیسا کہ حدیث کی دوسری سند سے معلوم ہوگا اس لئے اصطلاحی طور پر عبیداللہ بن عبادہ کا مجہول ہونا مضر نہیں۔

دوسری اسناد اس حدیث کی یوں ہے "عبيدالله بن الوليد الوصافى عن داؤد عن عبادة بن الصامت" اس سند کا ایک راوی داؤد معروف نہیں لیکن اس کا مجہول ہونا مضر نہیں اس لئے اس سند کو میں نے پہلی اسناد کی تائید وتقویت کے لئے پیش کیا ہے اور پہلے بتا چکا ہوں کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری نے فرمایا ہے کہ شواہد کا ضعیف ہونا مضر نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ حدیث ضعیف

[1] مولانا شمس الحق اہل حدیث نے التعلیق المغنی میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے غلاموں کی اولاد میں دروغ بیانی رائج نہ تھی، اور ابن القیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ تابعین میں جھوٹ بولنا ظاہر نہ تھا (ازہار مربوعہ ص ۱۰۸ دیکھئے)

اپنے شواہد و مویدات سے مل کر مقبول و قابل احتجاج ہوسکتی ہے۔[1]

حدیث ہشتم: یہ حدیث ابن ماجہ نے سنن میں ذکر کی ہے اور انہوں نے خود اس حدیث سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کیا ہے انہوں نے ایک باب کا عنوان یہ رکھا ہے "باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد" (یعنی یہ باب ہے اس شخص کے بارے میں جس نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں) اور اس باب کے ماتحت یہ حدیث ذکر کی ہے۔ "عن عامر الشعبی قال قلت لفاطمة بنت قیس حدثینی عن طلاقك قالت طلقنی زوجی ثلاثا وهو خارج الی الیمن فاجاز ذلك رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم" یعنی شعبی کہتے ہیں میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا کہ مجھ سے اپنے طلاق کا قصہ بیان کیجئے انہوں نے کہا میرے شوہر یمن گئے ہوئے تھے وہیں سے انہوں نے مجھ کو تین طلاقیں بھیج دیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان تینوں طلاقوں کے واقع ہو جانے کا فتویٰ دیا۔[2] اس روایت کے علاوہ صحاح و خارج صحاح کی متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہ کو ان کے شوہر نے تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دی تھیں جن کی تفصیل کی گنجائش اس مختصر میں نہیں ہے۔[3]

آثار صحابہ

اثر ابن عمر رضی اللہ عنہ: بخاری و مسلم میں مذکور ہے "کان ابن عمر اذا سئل عمن طلق ثلاثا قال لو طلقت مرة اومرتین فان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم امرنی بهذا فان طلقتها ثلاثا حرمت علیك حتی تنکح زوجا

[1] القول السدید: ص ۱۵ [2] ابن ماجہ: ص ۱۴۷

[3] جن روایتوں سے فاطمہ کے شوہر کا بیک وقت تین طلاقیں دینا ثابت ہوتا ہے، ان کو از ہار مربوعہ ص ۱۱۴ میں ملاحظہ فرمایئے ابن حزم نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ اور جن روایتوں سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے ان کا جواب دیا ہے۔ (محلی: ۱۰/۱۷۱ و ۱۷۲)

غیرك'' یعنی جب کوئی شخص تین طلاق دے کر حضرت ابن عمر سے فتویٰ پوچھتا تو وہ فرماتے کہ اگر تم نے ایک بار یا دو بار طلاق دی ہوتی (تو رجعت کر سکتے تھے اس لئے کہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اسی کا حکم کیا تھا لیکن اگر تم نے تین طلاقیں دے دیں ہیں تو وہ تم پر حرام ہوگئی جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے تمہارے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابن عمر سے وقوع ثلاث کا فتویٰ مصنف عبدالرزاق و سنن دار قطنی میں بھی مذکور ہے عبدالرزاق والی روایت جوہر[1] (جلد۲ صفحہ۱۱) میں ہے۔

اثر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: موطاء مالک (جلد۲ صفحہ۷۹) میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اپنی بی بی کو آٹھ طلاقیں دے دیں آپ نے فرمایا کہ تو لوگ (یعنی صحابہ کرام) کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ میری بی بی بائن ہوگئی، ابن مسعود نے فرمایا وہ لوگ سچ کہتے ہیں حکم شرع ایسا ہی ہے جیسا وہ کہتے ہیں اور سنن سعید بن منصور میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو ننانوے طلاقیں دے ڈالیں، اس نے ابن مسعود سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا ''بانت منك بثلاث وسائر هن عدوان'' (ترجمہ) وہ تین طلاقوں سے بائن ہوئی اور اور باقی طلاقیں تعدی اور زیادتی ہیں۔ اس اثر کی سند یہ ہے ''سعید قال نا ابو معاوية قال نا الاعمش عن ابراهيم عن

---

[1] جوہر سے مراد الجوہر النقی ہے، اب مصنف عبدالرزاق زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہے لہٰذا خود مصنف سے وہ روایت سند و متن کے ساتھ نقل کی جاتی ہے ''عبدالرزاق عن الثوری عن ابن ابی لیلی عن نافع ان رجلا طلق امراتہ وھو حائض ثلاثا، فسال ابن عمر فقال: عصیت ربک وبانت منک لاتحل لک حتی تنکح زوجا غیرک'' (۶/۳۱۱) یعنی نافع کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں تین طلاقیں دے دیں پھر ابن عمر سے فتویٰ پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی، اور تیری بیوی تجھ سے بائن (جدا) ہوگئی، جب تک تیرے علاوہ کسی اور سے نکاح نہ کرے تب تک وہ تیرے لئے حلال نہ ہوگی، حضرت ابن عمر کا یہ اثر مصنف ابن ابی شیبہ میں بایں الفاظ مذکور ہے۔ ''من طلق امراته ثلاثا فقد عصى ربه، وبانت منه امراته.'' (دیکھو ۵/۱۱) طبع بمبئی

علقمۃ" (باب التعدی فی الطّلاق)[1]

اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ: موطاء مالک (جلد۲ صفحہ۷۹) شرح معانی الآثار (جلد۲ صفحہ۳۳) دارقطنی (صفحہ۴۴۳) میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو یکبارگی سو طلاقیں دے ڈالیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا تین طلاقوں سے اس کی بی بی اس پر حرام ہو جائے گی اور باقی طلاقوں کا بار گناہ اس پر ہوگا جن کے ذریعہ اس نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا ہے۔[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وقوع ثلاث کا فتویٰ مندرجہ ذیل تابعیوں نے روایت کیا ہے سعید بن جبیر، مجاہد، مالک بن الحارث، محمد بن ایاس البکیر، ابوسلمہ، عطاء اور عمرو بن دینار۔

اثر عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: موطا اور شرح معانی الآثار میں ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ کوئی اپنی بی بی کو خلوت سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو کیا حکم ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی عورت ایک طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور تین سے ایسی حرام ہو جائے گی کہ جب تک دوسرا شوہر نہ کرے گی حلال نہ ہوگی۔ سنن سعید بن منصور میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ مروی ہے کہ جو غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دے دے، اس کے لئے وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب

---

[1] سنن سعید بن منصور کی ایک جلد کا قلمی نسخہ کتب خانہ محمد پاشا کوپرولو۔ استنبول میں محفوظ ہے۔ ہم نے یہ اثر اس کے عکسی نسخہ سے نقل کیا ہے۔ یہ عکسی نسخہ مجلس علمی ڈابھیل کے اہتمام میں انشاء اللہ بہت جلد منظر عام پر آنے والا ہے۔ (حاشیہ طبع دوم) ناشر کہتا ہے یہ بے نظیر کتاب اب دوبارہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے مصنف اعلام ہی نے اس کی تحقیق کی ہے اور اس پر حواشی لکھے ہیں وہ پہلی بار ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں طبع ہوئی ہے۔

[2] اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے آ کر کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ انہوں نے فرمایا، تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی تو اللہ نے اس کو پشیمان کیا، پس اس کے لئے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں بتایا، اس کی سند بھی صحیح ہے۔ (دیکھو ابن ابی شیبہ طبع بمبئی ۱۱/۵)

تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کرلے۔

اثر حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: شرح معانی الآثار میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص غیر مدخولہ عورت کو تین طلاقیں دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ دوسرے سے نکاح نہ کرے، دار قطنی میں بھی ایک اثر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے جس سے مدخولہ وغیر مدخولہ کا اس حکم میں یکساں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اثر حضرت انس رضی اللہ عنہ: شرح معانی الآثار میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ مطلقہ ثلاث کی نسبت یہ فتویٰ دیتے تھے کہ وہ جب تک دوسرے کسی سے نکاح نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔

اثر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: موطا اور شرح معانی الآثار میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو خلوت سے پہلے تین طلاقیں دے دیں ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک طلاق اس کو بائنہ کرنے کے لئے کافی ہے اور تین سے تو ایسی حرام ہو جائے گی کہ جب تک دوسرا نکاح نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔

یہ آٹھ حدیثیں اور سات صحابہ کرام کے مبارک فتوے میں نے پیش کئے جن سے مجلس واحد کی تین طلاقوں کا وقوع ثابت ہوتا ہے ان کے علاوہ اور دلائل بھی پیش کئے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، وحضرت علی (کے فتویٰ فتح القدیر میں مذکور ہیں[1] اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وعائشہ رضی اللہ عنہا کا یہی مذہب صاحب سبل السلام اہل حدیث نے ذکر کیا ہے۔ ایک طالب ہدایت کے لئے میں نے کافی سے زیادہ دلائل

---

[1] غیر مدخولہ کے حق میں تین یکجائی طلاقوں کا طلاق مغلظ ہونا (جس کے بعد رجعت نہیں ہوسکتی) حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت سے سنن سعید بن منصور میں مروی ہے اور ایسا ہی فتویٰ عبداللہ بن معقل مزنی کا بھی سعید بن منصور نے روایت کیا ہے

ذکر کر دیئے ہیں۔ باقی معاند کے لئے تو ایک دفتر بھی نا کافی ہوگا۔ پندرہ دلیلیں[1] آپ نے ملاحظہ کیں اب سولہویں دلیل ذکر کر کے اس کو اس باب کا مسک الختام قرار دیتا ہوں۔

وقوع ثلاث پر صحابہ کرام کا اجماع

شرح معانی الآثار (جلد۲ صفحہ۳۴)، فتح الباری (جلد۹ صفحہ۲۹۴) اعلام الموقعین (جلد۲ صفحہ۲۷) وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں صحابہ کرام کے مجمع میں فرمایا کہ لوگوں کے واسطے طلاق کے معاملہ میں بڑی گنجائش اور خاصی مہلت تھی کہ ایک طہر میں ایک طلاق دیتے اس صورت میں ان کے لئے رجعت کا کافی موقع ملتا لیکن لوگوں نے جلد بازی کی اور ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینے لگے لہٰذا ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور رجعت جائز نہ ہوگی۔ صحابہ کرام میں سے کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہ کی بلکہ سب نے موافقت کی چنانچہ امام طحاوی لکھتے ہیں:

”فخاطب عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ بذالك الناس جمیعا وفیھم اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ورضی عنھم الذین قد علموا ما تقدم من ذالك فی زمن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلم ینکرہ علیہ منھم منکر ولم یدفعہ دافع“

ترجمہ: ”حضرت عمر نے اس کے ساتھ سب لوگوں کو خطاب کیا ان میں وہ صحابہ کرام بھی تھے جو اس بات سے واقف تھے کہ مطلقہ ثلاث کا عہد نبوی میں کیا حکم تھا پھر بھی ان میں سے کسی نے انکار نہ کیا اور حضرت

[1] حضرت عثمان حضرت علی حضرت عائشہ کے آثار اور فتووں کو بھی شامل کر لیا جائے تو اٹھارہ دلیلیں ہو جاتی ہیں اور انیسویں دلیل زید بن ثابت کا اثر ہے جس کا ذکر حاشیہ میں ہے اس حساب اب جس کو سولہویں دلیل آگے لکھا گیا ہے وہ بیسویں دلیل قرار پائے گی۔

عمر کے ارشاد کو رد نہ کیا۔"

اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"فالراجح فی الموضعین تحریم المتعة وایقاع الثلاث للاجماع الذی انعقد فی عهد عمر علی ذلك ولم یحفظ ان أحدا فی عهده خالفه فی واحدة منهما وقد دل اجماعهم علی وجودناسخ وان کان خفی عن بعضهم قبل ذلك حتی ظهر لجمیعهم فی عهد عمر فالمخالف بعد هذا الاجماع منابذ له والجمهور علی عدم اعتبار من احدث الاختلاف بعد الاتفاق"

ترجمہ: "پس راجح دونوں مقام میں (یعنی بحث متعہ اور طلاق ثلاث میں) متعہ کی حرمت اور تین طلاقوں کا وقوع ہے اس اجماع کی وجہ سے جو حضرت عمر کے زمانے میں منعقد ہوا اور کسی کو یاد نہیں کہ ان میں سے کسی مسئلہ میں کسی نے ان کے زمانے میں مخالفت کی ہو صحابہ کا اجماع دلالت کرتا ہے کہ ضرور کوئی ناسخ تھا جو اس سے پہلے اگرچہ بعض لوگوں پر مخفی رہا ہو لیکن حضرت عمر کے زمانے میں سب پر ظاہر ہو گیا پس اس اجماع کے بعد جو مخالفت کرے وہ اجماع کا مخالف ہے اور جمہور اتفاق کے بعد اختلاف پیدا کرنے والے کا قطعاً اعتبار نہیں کرتے۔"

اور حافظ ابن القیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں:

"وعلم الصحابة رضی اللّٰه تعالٰی عنهم حسن سیاسة عمر و تادیبه لرعیته فی ذلك فوافقوه علی ما الزم به وصرحوا لمن استفتاهم بذالك"

ترجمہ: "اور صحابہ نے حضرت عمر کی خوبی سیاست وتادیب رعیت جان

لی پس جس چیز کو انہوں نے لازم کیا اس میں انہوں نے حضرت عمر کی موافقت کی اور جس نے صحابہ سے فتویٰ پوچھا اس کو بصراحت یہی بتایا۔"

پھر لکھتے ہیں:

"فالصحابة رضى الله تعالٰى عنهم ومقدمهم عمر بن الخطاب لما رأوا الناس استهانوا بامر الطلاق (الى) فالزموهم بما التزموه وامضوا عليهم ما اختاروه لانفسهم فلما ركب الناس الاحموقة (الى) اجرى اللّٰه على لسان الخليفة الراشد والصحابة معه شرعًا وقدراً الزامهم بذلك وانفاذه عليهم"

ترجمہ: "پس جب صحابہ نے اور ان میں سے سب سے آگے حضرت عمر تھے جب دیکھا کہ لوگوں نے طلاق کے معاملہ میں استخفاف کیا تو طلاق دینے والوں پر وہ چیز لازم کردی گئی جس کا انہوں نے التزام کیا اور جس چیز کو انہوں نے اپنے لئے پسند کیا پس جب لوگ حماقت کے مرتکب ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ راشد اور ان کے ساتھ صحابہ کرام کی زبانوں پر ازروئے شرع وقدر اس کے لازم ونافذ ہونے کو جاری کردیا۔"

اور علامہ ابن تیمیہ کے جد امجد ابوالبرکات عبدالسلام منتقی الاخبار (صفحہ ۲۳۷) میں فرماتے ہیں:

"وهذا كله يدل على اجماعهم على صحة وقوع الثلث بالكلمة الواحدة"

ترجمہ: "اور یہ سب دلالت کرتا ہے کہ تین طلاق بیک لفظ کے واقع ہوجانے پر صحابہ کا اجماع ہوا۔"

باب دوم

جولوگ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو رجعی قرار دیتے ہیں وہ دلیل میں دو حدیثیں ذکر کرتے ہیں ان دونوں حدیثوں کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں، میں چاہتا ہوں کہ مخالفین کی ان دلیلوں کا حال بھی ظاہر کر دوں تا کہ مسئلہ بالکل صاف ہو جائے۔

پہلی حدیث مسلم شریف کے حوالے سے نقل کی جاتی ہے اس حدیث کا پورا مضمون یہ ہے کہ ابوالصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں اور عہد فاروقی کے ابتدا میں تین طلاق ایک تھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں لیکن جب لوگوں نے بکثرت طلاق دینا شروع کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تینوں کو نافذ کر دیا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے اولا اس لئے کہ یہ روایت وہم وغلط ہے۔ چنانچہ بڑے جلیل القدر حافظ ومحدث ابن عبدالبر نے فرمایا ہے "هذه الرواية وهم وغلط" یعنی یہ روایت وہم وغلط ہے[1] ثانیاً یہ روایت شاذ ومنکر ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبل اور بیہقی نے یہی فرمایا ہے کہ ابن عباس کے جملہ شاگرد اس کے خلاف روایت کرتے ہیں[2]۔

ثالثاً علامہ ابن العربی مالکی شارح ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی صحت میں کلام ہے پس وہ اجماع پر کیسے ترجیح پاسکتی ہے[3]۔

رابعاً امام شافعی ونووی وغیرہما نے فرمایا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے[4]۔

---

[1] الجوہر النقی: ص ۱۱۳

[2] نیل الاوطار: ۱۵۷/۶، اعلام الموقعین: ۲۶/۲، فتح الباری: ص ۲۹۱

[3] فتح الباری: ۲۹۱/۹ [4] فتح الباری: ۲۹۱/۹

خامساً، اس روایت کا مدار طاؤس پر ہے اور ان کی نسبت علامہ ابو جعفر النحاس نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں لکھا ہے کہ طاؤس اگرچہ مرد صالح ہیں مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ان کی کئی روایتیں منکر و نامقبول ہیں۔ سادساً روایت کا پورا مضمون غور سے پڑھئے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس نے خود اس کا جواب دے دیا ہے کہ کبھی کسی وجہ سے ایسا ہوتا تھا لیکن حضرت عمر کے زمانے میں اس کے خلاف پر اجماع ہو گیا لہٰذا اب تینوں طلاقوں کے بعد رجعت جائز نہیں ہے۔ سابعاً علامہ قرطبی نے فرمایا ہے کہ یہ روایت مضطرب ہے۔[1]

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس روایت کو نقل کر کے اس کے آٹھ جواب دیئے ہیں ان میں سے چار میں نے نقل کئے ہیں بقیہ چار وہیں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں...... پھر بہت زیادہ قابل توجہ بات یہ ہے کہ طاؤس نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت نقل کیا ہے اور خود ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف فتوے دیئے ہیں۔ میں نے ان کے فتوے کا ذکر پہلے کیا ہے ان میں سے بعض کے نام بھی بتائے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ روایت کسی راوی کا وہم ہے جیسا کہ ابن عبدالبر کا خیال ہے یا پھر منسوخ ہے ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس فتوائے نبوی کا علم رکھتے ہوئے اس کے خلاف فتویٰ دے دیں پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ ابو الصہباء (جس کی شخصیت بالکل مجہول ہے اور بالکل یقینی ہے کہ وہ صحابی نہیں ہے اس) کو تو معلوم تھا کہ عہد نبوی و عہد صدیقی میں طلاق ثلث ایک تھی لیکن صحابہ کا جم غفیر اس حکم سے واقف نہ تھا ورنہ کیا وجہ ہے کہ جب حضرت عمر نے تینوں کو نافذ اور اس کا اعلان فرمایا تو کسی صحابی نے نہ ٹوکا۔ کسی نے مخالفت نہ کی کسی نے نہ بتایا کہ عہد نبوی و عہد صدیقی کے خلاف ہے اور اگر کسی نے مخالفت کی ہو تو کوئی صاحب ہمت کر کے ذرا ان کا نام لیں اور ثابت تو کریں۔

---

[1] فتح الباری: ۲۹۲/۹

دوسری حدیث مسند احمد کے حوالے سے ذکر کی جاتی ہے، اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضرت رکانہ اپنی بی بی کو تین طلاق دے کر بہت پچھتائے آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ تم نے کیسی طلاق دی ہے انہوں نے کہا تین۔ آپ نے پوچھا کہ ایک جلسے میں؟ کہاں ہاں! آپ نے فرمایا کہ وہ ایک ہی ہے اگر تمہارا جی چاہے تو رجعت کرلو، کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث حسن و صحیح دونوں طریق سے مروی ہے مگر درحقیقت یہ مغالطہ ہے آپ کو یاد ہوگا میں حضرت رکانہ کا واقعہ طلاق نہایت صحیح طریقے سے بیان کر چکا ہوں اور یاد ہوگا کہ حضرت رکانہ نے تین طلاق نہیں دی تھی بلکہ لفظ بتہ کے ساتھ طلاق دی تھی، اور ذکر کر چکا ہوں کہ پانچ زبردست محدثوں نے میری ذکر کی ہوئی حدیث کی تصحیح کی ہے۔ پس آپ خود سمجھئے کہ مسند احمد والی حدیث کیسے صحیح یا حسن ہوسکتی ہے، جب رکانہ کا لفظ بتہ کے ساتھ طلاق دینا محدثین کے نزدیک صحیح واقعہ ہے تو پھر اسی واقعہ میں تین طلاق کا ہونا کون صحیح کہہ سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی محدث نے مسند احمد والی حدیث کی تصحیح یا تحسین نہیں کی ہے بلکہ محدثین نے اس کو حد درجہ کمزور بتایا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے تلخیص میں اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا ہے "وھو معلول ایضا" یعنی مسند احمد والی حدیث بھی بہت مجروح[1] وضعیف ہے[2] اور حافظ ذہبی نے بھی اس کو داؤد بن الحصین کے مناکیر میں شمار کیا ہے پس اس حالت میں اگر اس کی اسناد حسن یا صحیح بھی ہو تو استدلال نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اسناد کی صحت استدلال کی صحت کو مستلزم نہیں ہے۔

چونکہ اس مقام پر بعض اجلہ علماء نے بھی غلطی کی ہے اس لئے تھوڑی تفصیل مناسب ہوگی۔ بات یہ ہے کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی حدیث کی اسناد بہت ٹھیک ہوتی ہے لیکن اس کے مضمون میں کوئی ایسی باریک علت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ نامقبول ہو جاتی ہے ایسی حدیث کو اصطلاح میں معلول کہتے ہیں لہٰذا اسناد

[1] اس کو لفظی ترجمہ نہ سمجھئے بلکہ لفظی ترجمہ کا یہی حاصل ونتیجہ ہے۔
[2] تلخیص: ص ۳۱۹

کے رجال کے ساتھ ایک محدث کی نظر اس پر بھی ہونی چاہئے کہ مضمون حدیث میں کوئی علت خفیہ تو نہیں ہے لیکن نہ ہر شخص کو یہ سلیقہ ہوتا ہے نہ ہر شخص اس کا لحاظ ہی کرتا ہے۔ یہی حال مسند احمد کی حدیث کا ہے کہ علامہ ابن القیم نے صرف اس کی اسناد دیکھی اور یہ دیکھا کہ یہی سند ایک دوسری حدیث کی بھی ہے اور اس جگہ اس سند کو امام احمد نے صحیح اور ترمذی نے حسن کہا ہے لہٰذا یہ سند بھی صحیح ہے اور جب سند صحیح ہے تو یہ حدیث حجت ہے لیکن علامہ ابن القیم نے یہ خیال نہ کیا کہ صرف اسناد کے صحیح ہونے سے کام نہ چلے گا بلکہ متن کا بھی علت سے خالی ہونا ضروری ہے اور یہ بھی نہ سوچا کہ جہاں پر اس اسناد کو امام احمد نے صحیح کہا ہے، وہاں متن میں کوئی خرابی نہ ہوگی اس لئے اس حدیث کو قابل عمل کہا ہے تو کچھ ضرور نہیں کہ ہر حدیث جو اس اسناد سے مروی ہو قابل عمل ہو جائے یہ اصول حدیث کا ایسا بدیہی اور مشہور مسئلہ ہے کہ اس کے لئے میں کسی خاص حوالہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتا البتہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری کی بعض تصریحات پیش کرتا ہوں جن سے ثابت ہو جائے گا کہ اسناد کی صحت مضمون کی صحت کو مستلزم نہیں ہے فرماتے ہیں "لا یلزم من ثقة الرجال صحة الحدیث حتی ینتفی منه الشذوذ والعلة[1]" یعنی رجال اسناد کے معتبر ہونے سے حدیث کی صحت لازم نہیں آتی جب تک کہ حدیث سے شذوذ و علت کی نفی نہ ہو اور (صفحہ ۹۴) میں لکھتے ہیں "لا یلزم من کون رجاله رجال الصحیح صحته" یعنی اس کے رجال کے رجال صحیح ہونے سے حدیث کی صحت لازم نہیں آتی اور مقدمہ ابن الصلاح میں ہے "قد یقال هذا صحیح الاسناد ولا یصح الحدیث لکونه شاذ او معللا" یعنی کبھی یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے باوجودیکہ خود بوجہ شاذ یا معلل ہونے کے صحیح نہیں ہوتی۔

---

[1] ابکار المفن: ص ٢٤٤

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ صرف اسناد کی صحت استدلال کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ متن کا بھی علت سے خالی ہونا ضروری ہے پس اگر اس حدیث کی اسناد صحیح بھی ہو تو چونکہ حافظ ابن حجر نے اس کو معلول کہا ہے اس لئے اس سے استدلال جائز نہیں ہو سکتا۔

یہ سب اس وقت ہے جب کہ حدیث کی اسناد کو صحیح یا حسن تسلیم کر لیا جائے لیکن ابھی اسی میں بہت گفتگو ہے کہ اسناد بھی صحیح ہے یا نہیں رجال اسناد میں محمد بن اسحٰق واقع ہیں ان میں بہت زیادہ کلام ہے اور محدثین نے نہایت سخت سخت جرحیں ان پر کی ہیں حافظ ذہبی نے ان کی جرح و تعدیل کے اقوال ذکر کر کے اپنا فیصلہ یہ لکھا ہے کہ ان کے حافظہ میں کچھ خرابی ضرور ہے، اور یہ کہ جس چیز کے روایت کرنے میں وہ تنہا ہوں وہ منکر ہے، دوسرے راوی اس اسناد کے داؤد بن الحصین ہیں ان میں بھی بہت زیادہ کلام ہے اور محدثین کی ان پر مختلف جرحیں ہیں اگر ان سب جرحوں سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو کم از کم اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ ان کی وہ روایتیں جو عکرمہ سے لاتے ہیں منکر ہوتی ہیں امام بخاری کے استاد علی بن المدینی نے فرمایا ہے "ما رواہ عن عکرمۃ فمنکر" یعنی انہوں نے عکرمہ سے جو روایتیں کی ہیں وہ منکر ہیں اور امام ابوداؤد صاحب سنن کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ ان کی اور حدیثیں تو ٹھیک ہیں لیکن عکرمہ سے جو روایتیں لاتے ہیں وہ منکر ہوتی ہیں[1] اور مسند احمد والی حدیث داؤد نے عکرمہ ہی سے سنی اور بیان کی ہے لہٰذا امام بخاری کے استاد اور ابوداؤد کے فیصلہ کے مطابق بھی یہ منکر ہے۔

اس کے بعد سنئے کہ حضرت رکانہ کے واقعہ طلاق کے متعلق دو روایتیں کتابوں میں ملتی ہیں ایک روایت خود حضرت رکانہ سے مروی ہے جو باب اول میں آچکی ہے دوسری روایت حضرت ابن عباس سے اور وہی اس وقت زیر بحث ہے۔ حضرت

[1] میزان ذهبی

رکانہ کی روایت کے جملہ طریقوں میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے لفظ بتۃ سے طلاق دی اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ ذکر ہے کہ رکانہ نے تین طلاقیں دیں ان دونوں مختلف ومتضاد باتوں میں اجلہ محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے لفظ بتۃ سے طلاق دی چنانچہ امام ترمذی یا بخاری نے فرمایا کہ ''اصحھا انہ طلقھا البتۃ وان الثلاث ذکرت فیہ علی المعنی'' یعنی صحیح تر بات یہ ہے کہ رکانہ نے لفظ بتۃ سے طلاق دی اور تین کا ذکر روایت بالمعنی ہے اس کو خود ابن القیم نے زاد المعاد میں اور مولوی شمس الحق صاحب اہل حدیث نے تعلیق مغنی میں ذکر کیا ہے اور امام ابوداؤد نے سنن میں دو جگہ اپنا یہ فیصلہ لکھا ہے کہ اس واقعہ میں اصح بات یہی ہے کہ رکانہ نے لفظ بتۃ سے طلاق دی۔[1]

اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں مسند احمد کی یہ حدیث ذکر کر کے ابوداؤد کا کلام نقل کیا ہے اور اس کی موافقت وتائید کی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں ''ان اباداؤد رجح ان رکانۃ انما طلق امراتہ البتۃ کما اخرجہ ھو من طریق آل بیتہ وھو تعلیل قوی'' یعنی ابوداؤد نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اس کے سوا کوئی اور بات نہیں کہ رکانہ نے اپنی بی بی کو لفظ بتۃ سے طلاق دی جیسا کہ انہوں نے خود رکانہ کے اہل بیت سے روایت کی ہے اور یہ قوی تعلیل ہے۔[2]

اور علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے ''اثبت ما روی فی قصۃ رکانۃ انہ طلقھا البتۃ لا ثلاثا'' یعنی سب سے زیادہ صحیح وثابت روایت رکانہ کے قصے میں یہ ہے کہ انہوں نے لفظ ''بتۃ'' سے طلاق دی، اور حافظ ابن حجر نے مسند احمد کی یہی روایت ذکر کر کے بلوغ المرام میں لکھا ہے ''وقد روی ابو داود من وجہ اخر احسن من ان رکانۃ طلق امراتہ سھیمۃ البتۃ'' یعنی ابوداؤد نے ایک دوسرے طریقہ سے جو مسند احمد کے طریقہ سے بہتر ہے روایت کیا

---

[1] سنن: ص ۲۱۸، ۲۱۹ [2] فتح الباری: ۹/۲۹۰

ہے کہ رکانہ نے اپنی بی بی سہیمہ کو لفظ "بتۃ" سے طلاق دی اور یہی وجہ ہے کہ ابوداؤد ابن حبان، حاکم، دار قطنی اور طنافسی نے "بتۃ" والی حدیث کی تصحیح کی ہے اور حدث مسند کی کسی محدث نے تصحیح نہیں کی ہاں صرف ابویعلی کا نام لیا جاتا ہے کہ انہوں نے تصحیح کی ہے لیکن یہ نقل کچھ مفید نہیں ہے تاوقتیکہ یہ نہ ثابت ہو کہ ابویعلی نے صرف اسناد کی نہیں بلکہ متن کی بھی تصحیح کی ہے۔ "ودونہ خرط القتاد"

باب سوم

چونکہ مخالفین کے پاس دلائل نہیں ہیں اور وہ خود اپنے مسلک کی کمزوری محسوس کرتے ہیں اس لئے اس پر پردہ ڈالنے کے لئے غلط بیانیوں سے کام لیتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان غلط بیانیوں کو بھی ظاہر کردوں تا کہ ناواقف حضرات فریب میں نہ آئیں۔

پہلی غلط بیانی یہ ہے کہ اپنے مسلک کی قوت ظاہر کرنے کے لئے کہہ دیا جاتا ہے کہ حضرت علی وابن مسعود عبدالرحمٰن بن عوف وابوموسیٰ اشعری وزبیر وجابر رضی اللہ عنہم اور دیگر بڑے بڑے صحابہ کرام یہی فرماتے ہیں (یعنی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک کہتے ہیں) مجھے نہایت افسوس ہے کہ ایسی صریح غلط بیانی کی جرأت لوگوں کو کیوں کر ہوئی جب کہ مخالفین کے امام مقبول ومتبوع علامہ ابن القیم نے اغاثۃ اللہفان میں نہایت صفائی کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی صحابی سے اس قول کی نقل صحیح ہم کو معلوم نہیں ہوئی اسی وجہ سے ہم نے اس کو اختلاف کی وجھوں میں شمار نہیں کیا۔[1] ناچیز کہتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اس قول کی نقل صحیح نہیں ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہو جائے گا لہٰذا ان کا استثناء بھی علامہ کا تخیل ہی تخیل ہے۔ بہرحال یہاں یہ بحث نہیں ہے مجھ کو تو یہاں یہ دکھانا ہے کہ مخالفین جس کے بل بوتے پر اکڑتے پھرتے ہیں وہ خود ہی لکھ رہا ہے کہ نہ علی رضی اللہ عنہ سے اس کی نقل صحیح معلوم ہو سکی نہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور نہ ابن عوف رضی اللہ عنہ سے نہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے اور نہ زبیر رضی اللہ عنہ سے نہ جابر رضی اللہ عنہ سے نہ کسی دوسرے صحابی سے مخالفین نے صرف ان ناموں پر بس نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ دیگر بڑے بڑے صحابہ کی

---

[1] اغاثہ: ص ۱۷۹

طرف بھی نسبت کر دی اور جب غلط بیانی ہی پر اتر آئے تھے تو اسی پر بس کیوں کرتے انہوں نے اس کے لئے فتح الباری کا حوالہ بھی دے ڈالا اور اس کا کچھ خیال نہ کیا کہ ان کو خدا کے پاس جانا ہے اور ہر بات کا جواب دینا ہے آخر اس غلط بیانی کا کیا جواب ہوگا؟ خیر اس کو وہ جانیں کہ خدا کو کیا جواب دیں گے لیکن مجھ کو یہ بتائیں کہ میرے ان سوالات کا ان کے پاس کیا جواب ہے ① کیا آپ بہ حلف شرعی کہہ سکتے ہیں کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب فتح الباری میں لکھا ہے؟ ② کیا آپ بہ حلف شرعی کہہ سکتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب فتح الباری میں بتایا ہے؟ ③ کیا آپ کسی ضعیف سے ضعیف اسناد سے حضرات مذکورہ بالا کا قول یا فتویٰ پیش کر سکتے ہیں؟ ④ کیا آپ کسی نامعتبر سے نامعتبر کتاب میں یہ لکھا ہوا دکھا سکتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابی کا یہی مذہب تھا ⑤ کیا آپ بحلف شرعی کہہ سکتے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ یا کسی محدث نے کسی حدیث و آثار کی کتاب کے حوالے سے ان حضرات کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے اگر جواب اثبات میں ہے تو اس محدث کا نام لکھئے اور اس کا محدث ہونا ثابت کیجئے پھر حدیث و آثار کی اس کتاب کا نام لیجئے جس سے فتویٰ نقل کیا گیا ہے، آخر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہم سے تو ہر ہر بات کی سند مانگی جاتی ہے اور جب اپنی باری آتی ہے تو سند پیش کرنے کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی۔

دوسری غلط بیانی یہ ہے کہ بڑے وثوق و یقین سے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے، جس کا صاف و صریح مطلب یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ میں اس کے سوا کوئی دوسرا فتویٰ نہیں ہے، حالانکہ امام المخالفین علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی باجود اس تشدد و تصلب کے جو ان کو اس مسئلہ میں تھا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ کا (کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں اور ان کے بعد رجعت جائز نہیں ہے) انکار نہیں کیا بلکہ اس فتویٰ کے بے شک و شبہ ثابت ہونے کا صاف

اقرار کیا، لکھتے ہیں "فقد صح بلاشك عن ابن مسعود وعلی وابن عباس الالزام بالثلاث ان اوقعها جملة" یعنی یہ تحقیق حضرت ابن مسعود و علی و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اکٹھی تین طلاقوں کا لازم کرنا بے شک و شبہ ثابت ہے۔[1]

اور ایسا ہی اعلام الموقعین میں بھی ہے اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فتوائے ایقاع ثلاث کے انکار کی تو کوئی گنجائش نہیں ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف بھی کوئی فتویٰ ثابت ہے یا نہیں تو ابن القیم کی رائے یہ ہے کہ ثابت ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور وہ دوسرے فتویٰ کے ثبوت میں یہ روایت پیش کرتے ہیں "حسن بن مسلم عن ابن شهاب ان ابن عباس قال اذا طلق الرجل امراته ثلاثا ولم يجمع كن ثلاثا قال فاخبرت طاؤسا فقال اشهد ما كان ابن عباس يراهن الا واحدة" یعنی حسن بن مسلم ابن شہاب سے ناقل ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب مرد اپنی بی بی کو طلاق دے اور ان تینوں کو ایک لفظ میں جمع نہ کرے (بلکہ یوں کہے کہ تجھ کو طلاق ہے، تجھ کو طلاق ہے، تجھ کو طلاق ہے) تو تین طلاقیں ہوں گی۔ حسن بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر طاؤس سے کیا تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ان کو ایک ہی سمجھتے تھے۔

لیکن انصاف یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایقاع ثلاث کے خلاف کوئی فتویٰ ثابت نہیں ہے۔ رہی طاؤس کی روایت تو اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابو جعفر بن النحاس نے اس کو منکر کہا ہے فرماتے ہیں: "وطاؤس وان كان رجلا صالحا فعنده عن ابن عباس مناكير يخالف عليها ولا يقبلها اهل العلم منها انه روى عن ابن عباس انه قال فی رجل قال لامراته انت طالق ثلاثا انما تلزمه واحدة ولا يعرف هذا عن ابن عباس

---

[1] اغاثۃ: ص ۱۷۹

الامن روایته والصحیح عنه وعن علی ابن ابی طالب انها ثلاث“
یعنی طاؤس اگرچہ مرد صالح ہیں لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ان کی کئی روایتیں منکر ہیں جن میں ان سے مخالفت کی جاتی ہے اور اہل علم ان کو قبول نہیں کرتے، انہیں منکر روایتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بی بی کو یوں کہا ”انت طالق ثلاثا“ فرمایا ہے کہ بس اس پر ایک طلاق لازم ہوگی اور یہ فتویٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بجز طاؤس کے اور کسی کی روایت سے معلوم نہیں ہوتا بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت یہ ہے کہ تین طلاقیں لازم ہوں گی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابی الصہباء کا جو جواب دیا ہے اس سے بھی ابن النحاس کے کلام کی تائید ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں ”کل اصحاب ابن عباس رووا عنه خلاف ما قال طاؤس[1]“ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے طاؤس کے خلاف روایت کی ہے۔

تیسری غلط بیانی یہ کی کہ کہا جاتا ہے، امام ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک وہی جو مشہور ہے دوسری یہ کہ مجلس واحد کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے حالانکہ فقہ حنفی کی کسی کتاب میں اس دوسری روایت کا کوئی نشان نہیں ہے اور نہ صرف امام اعظم بلکہ ان کے تلامذہ میں سے بھی کسی کا یہ مسلک نہیں ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ علماء حنفیہ میں ایک بزرگ محمد بن مقاتل رازی ہیں بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ تین طلاق کو ایک کہتے تھے، مخالفین اسی کو لے اڑے اور کہنے لگے کہ امام صاحب سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں حالانکہ قول مذکور محمد بن مقاتل کی ذاتی رائے ہے نہ یہ کہ وہ اس کو امام صاحب سے نقل کرتے ہیں۔ مخالفین کو معلوم ہونا چاہئے کہ مذہب امام یا روایت امام وہی چیز ہو سکتی ہے جو امام سے منقول ہو۔ کسی حنفی عالم کی ذاتی

---
[1] نیل الاوطار: ۱۵۷/۶

رائے کو امام کا مذہب یا امام کی روایت کہنا جھوٹ ہے اس کے بعد یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ محمد بن مقاتل امام صاحب کے شاگرد نہیں ہیں بلکہ ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں لہٰذا وہ بلا واسطہ امام صاحب سے کوئی چیز نقل نہیں کر سکتے پس یہ دوسرا جھوٹ ہے کہ محمد بن مقاتل نے اس قول کو امام صاحب سے نقل کیا ہے اور اس کے لئے اغاثۃ اللہفان کا حوالہ دینا تیسرا جھوٹ ہے اغاثۃ میں ہرگز مذکور نہیں ہے کہ محمد بن مقاتل نے امام سے نقل کیا ہے بلکہ اس میں صرف اتنا ہے کہ مازری نے اس کو محمد بن مقاتل سے نقل کیا ہے جو پیروان امام ابوحنیفہ میں سے ہیں اور اس سے صاف دوسری جگہ لکھا ہے۔

"الوجه الثانی عشر انه مذهب مقاتل الرازی حکاه عنه المازری[1]" یعنی بارہویں وجہ یہ ہے کہ وہ مقاتل رازی کا مذہب ہے اس کو مازری نے ان سے نقل کیا ہے۔

اسی طرح بے تردد یہ لکھ جانا بھی صحیح نہیں کہ امام مالک کے دو قولوں میں سے ایک قول یہ بھی ہے اس لئے کہ خود اسی اغاثۃ میں بتصریح مذکور ہے کہ مالکیہ میں سے تلمسانی وغیرہ نے اس کو مالک کے دو قولوں میں سے ایک قول کہا ہے مگر دوسرے مالکیہ نے کہا ہے کہ یہ مالک کا قول نہیں بلکہ مشائخ مالکیہ میں سے بعض کا قول ہے اور وہ بھی شاذ[2] اسی طرح بعض اصحاب امام احمد کا ذکر بھی ابلہ فریبی ہے اس لئے کہ خود ابن القیم نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ اگر بعض اصحاب امام احمد سے علامہ ابن تیمیہ کے جد امجد مراد ہوں تو ہوں ورنہ میں نے کسی اور حنبلی کا یہ قول نہیں پایا اور علامہ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ ہمارے دادا پوشیدہ طور پر کبھی کبھی یہ فتویٰ دیتے تھے[3]۔ اے سبحان اللہ! اپنی کتاب منتقی میں تو تین کے تین ہونے پر صحابہ کا اجماع بتایا ہے اور خود

---

[1] اغاثة اللهفان: ص ٣٦٠ [2] اغاثة: ص ١٧٦

[3] اغاثة: ص ١٧٧

پوشیدہ طور پر اس کے خلاف فتویٰ دیتے تھے یا للعجب۔[1]

چوتھی غلط بیانی یہ ہے کہ نہایت بے باکی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے تین طلاق کو جاری کر دیا لیکن جب اس ترکیب سے طلاق میں کمی نہیں ہوئی تو بہت پچھتائے اور اس سے رجوع کر لیا جیسا کہ حدیث کی بہت بڑی کتاب مسند اسماعیلی میں ہے "قال عمر ما ندمت علی شيء ندامتي علی ثلث ان لا اکون حرمت الطلاق الخ[2]" یعنی حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھے تین مسئلوں میں بڑی ندامت ہوئی ان میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے۔ (انتہی)

مجھے مخالفین کی اس بے باکانہ غلط بیانی پر جتنا افسوس ہے اتنا اور کسی غلط بیانی پر نہیں ہے میں اگر اس غلط بیانی پر پوری طور سے روشنی ڈالوں تو کلام بہت طویل ہو جائے گا اس لئے اختصار کے ساتھ چند باتیں لکھتا ہوں۔

❶ ہمارے مخالفین جب اپنے کسی دعوے کے ثبوت میں کوئی روایت پیش کرتے ہیں تو شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ کسی روایت سے استدلال اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ وہ روایت صحیح بھی ہو لہٰذا وہ پیش کردہ روایت کی نسبت کسی محدث کی تصحیح یا کم از کم کتب رجال سے اسناد کے راویوں کی توثیق نقل کرنا ضروری ہے چنانچہ یہاں بھی یہی ہوا کہ صرف روایت کا ایک ٹکڑا نقل کر دیا نہ کسی محدث کی تصحیح پیش کی نہ رجال اسناد پر کوئی گفتگو کی۔ پس مخالفین سے میرا یہ مطالبہ ہے کہ کم از کم اس روایت کے رجال کی توثیق پیش کریں۔

❷ روایت کے ترجمہ میں انتہائی بے باکی کے ساتھ خیانت کی گئی ہے بالکل لفظی ترجمہ روایت کا یوں ہے "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نادم ہوا میں کسی چیز پر مثل

[1] ایک غلط بیانی یہ بھی ہے کہ کل اہل بیت کا یہی مذہب تھا، حالانکہ جعفر صادق کا صریح فتویٰ دار قطنی ص ۴۴۴ میں موجود ہے کہ تین طلاقوں کے بعد بلا نکاح ثانی پہلے شوہر کے لئے عورت حلال نہیں ہو سکتی۔ ۱۲ منہ

[2] اغاثۃ: ص ۱۸۱، ۱۸۲

میرے نادم ہونے کے تین باتوں پر ایک یہ کہ نہ ہوا میں کہ حرام کرتا طلاق کو' یعنی ایک بات یہ ہے کہ میں نے طلاق کو حرام کیوں نہ کیا ''علی ما یستفاد من کلام ابن القیم'' مخالفین بتائیں کہ اس عبارت میں کہاں یہ ذکر ہے کہ ان تینوں باتوں میں سے ایک تین طلاقوں کے نافذ کر دینے کا مسئلہ بھی ہے۔

❸ بفرض محال اس روایت میں مذکور بھی ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین کے نافذ کرنے پر اظہار ندامت کیا تو اتنے سے انکار رجوع کیونکر ثابت ہوسکتا ہے جب کہ کبھی اپنے سابق فتویٰ اور فیصلے کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں دیا نہ اس کے خلاف فیصلہ کیا اور کم از کم جس طرح امضائے ثلاث کا مجمع صحابہ میں اعلان کیا تھا اسی طرح ندامت کا اعلان بھی ضروری تھا لیکن اس کا کچھ ثبوت نہیں۔

❹ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا ہوتا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ابو الصہباء کے جواب میں صرف اتنا کہہ کر ہرگز خاموشی اختیار نہ کرتے کہ جب طلاق کے واقعے بکثرت ہونے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کو نافذ کر دیا، بلکہ اس کے بعد رجوع کا واقعہ بھی ضرور ذکر کرتے اس لئے کہ اس سلسلہ کی وہ نہایت ضروری کڑی تھی اور حضرت ابن عباس کی شان اس سے بہت بالاتر ہے کہ اس ضروری حصے کو چھوڑ کر لوگوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کریں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہی رائے آخری لمحۂ حیات تک رہی اور واقعہ اس کے خلاف ہوا گر غلط فہمی سے قطع نظر کیجئے تو بھی اس کو کوئی ادنیٰ درجہ کا دیندار جائز قرار نہیں دے سکتا کہ اس آخری حصے کو حذف کر دے جس طرح کہ کوئی اس کو جائز نہیں کہہ سکتا کہ صرف یوں کہے کہ ''رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دی'' تاوقتیکہ اس کے ساتھ یہ بھی نہ کہے پھر اس کو منسوخ فرما دیا۔''

❺ میں نے علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتوں سے ثابت کیا ہے کہ وہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی موافقت کو مسئلہ امضائے ثلاث میں تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حسن سیاست کے معتقد تھے اس لئے انہوں

نے بھی ان کے امضائے ثلث کے فیصلے کو تسلیم کیا اور ان کے قول سے اتفاق کیا، پس میں پوچھتا ہوں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے سے رجوع کر لیا تو کیا وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اسی پہلی بات پر اڑے رہے انہوں نے کیوں رجوع نہیں کر لیا اور کیوں حضرت عمر کے بعد بھی وقوع ثلاث کا برابر فتویٰ دیتے رہے۔

اس کے بعد یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ خود علامہ ابن القیم نے اس روایت کو حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کا رجوع ثابت کرنے کے لئے نہیں پیش کیا نہ انہوں نے اس سے رجوع کرنا سمجھا ہے اور نہ وہ اس بات کے قائل ہی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رجوع کیا بلکہ یہ سب مخالفین زمانہ کی طبع زاد باتیں ہیں جس کا منشاء بجز کم سوادی کے اور کچھ نہیں ہے، علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو جس غرض سے پیش کیا اس کو سمجھنے کے لئے ضرورت ہوگی کہ میں پورا سلسلہ کلام نقل کر دوں۔ سنئے بات یہ ہے کہ جب موصوف اپنے زعم میں تین طلاقوں کا ایک ہونا ثابت کر چکے تو ان کو یہ مشکل پیش آئی کہ جب تین طلاقیں ایک کے حکم میں ہیں اور ان کے بعد رجعت جائز ہے تو خلیفہ راشد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیوں ان کو تین قرار دیا اور ان کے بعد رجعت کو ممنوع کہا تو علامہ موصوف نے اس مشکل کا حل یہ تجویز کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کو سیاست پر حمل کیا جائے چنانچہ کہہ دیا کہ حضرت عمر نے تین طلاقوں کو سیاسۃً نافذ کر دیا اور تین طلاق دینے والوں کی یہی سزا قرار دے دی کہ ان سے ان کی بیبیوں کو جدا کر دیا جائے اور عذاب فراق اور داغ مہجوری کا مزہ ان کو چکھایا جائے لیکن اس حل پر خود علامہ کو اطمینان نہ ہوا اور انہوں نے خود ہی اس پر اعتراض کیا کہ جب سیاست وعقوبت ہی منظور تھی تو اس کی کیا ضرورت تھی کہ تین طلاقوں کو نافذ کر کے (بخیال علامہ رحمۃ اللہ علیہ) عہد نبوی وعہد صدیقی کے فیصلوں کی مخالفت کے مرتکب ہوتے یہی کیوں نہ کیا کہ تین طلاق دینے کو حرام کر دیتے اور اعلان کرا دیتے کہ جو ایسا کرے گا وہ سخت سزا کا مستحق ہوگا، بہر حال سیاست اسی میں تو منحصر نہ تھی کہ تین

طلاقوں کا نفاذ کر دیا جاتا بلکہ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ تین طلاقوں کو حرام کر دیا جاتا اور دوسری تعزیرات نافذ کر کے ایقاع ثلاث کو بند کیا جاتا، اس کے جواب میں علامہ ابن القیم نے کہا ہے کہ بے شک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے سیاست کی موخر الذکر صورت ممکن تھی لیکن انہوں نے نہ کیا اور اس نہ کرنے پر نادم ہوئے چنانچہ مسند عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ندامت تھی کہ انہوں نے طلاق کو حرام کیوں نہ کیا بس یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ابن القیم نے روایت اسماعیلی کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین اکٹھی طلاقوں کے واقع کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

اس تفصیل سے خوب واضح ہو گیا کہ ابن القیم نے اس روایت کو اس کا ثبوت دینے کے لئے نہیں پیش کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین طلاقوں کے نافذ کرنے پر نادم تھے بلکہ اس کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکٹھے تین طلاقوں کو حرام قرار نہ دینے پر نادم تھے پس اس ندامت سے اگر رجوع ثابت ہو سکتا ہوگا تو یہ ثابت ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کو جائز کہنے سے رجوع کر لیا یعنی تین طلاق کو حرام کہنے لگے لیکن تین طلاقوں کے حرام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر کوئی اس کا ارتکاب کرے تو واقع بھی نہ ہوں گی۔ دیکھئے حالت حیض میں طلاق دینا ناجائز ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بی بی کو بحالت حیض ایک طلاق دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے واقع ہونے کا فتویٰ دیا اور چونکہ ایک ہی طلاق تھی اس لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رجعت کرائی بہر حال ابن القیم کے کلام سے بھی کسی طرح ظاہر نہیں ہوتا کہ اس روایت کا کوئی تعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رجوع سے ہو۔

اس مقام پر پہنچ کر میں یہ ظاہر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ ابن القیم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے جو اعتذار پیش کیا ہے وہ حد درجہ کمزور اور بودا بلکہ

واقعات کے بالکل خلاف ہے۔

اولاً امضائے ثلث[1] کو سیاست وعقوبت کہنا خلاف واقعہ ہونے کے علاوہ خود ابن القیم کے قول کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ آپ ابھی معلوم کر چکے ہیں کہ ابن القیم کی تحقیق میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین اکٹھی طلاقیں دینے کو جائز سمجھتے تھے پھر میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے بعد علامہ موصوف اس جائز فعل پر تعزیر وعقوبت کو کس قانون شرعی کے مطابق جائز ثابت کریں گے خود ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلام الموقعین (جلد ا صفحہ ۳۲) میں لکھا ہے "وکثیر من الفقهاء لا یری تحریمه فکیف یعاقب من لم یرتکب محرما عند نفسه" یعنی آج تین طلاقیں دینے والے کو سزا دینا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ بہت سے فقہاء اس کو حرام نہیں جانتے تو جب وہ مرتکب حرام نہیں ہوا تو اس کی سزا کیسے ہوسکتی ہے مجھے حیرت ہے کہ علامہ موصوف امضائے ثلث کو عقوبت کہتے وقت یہ بات کیسے بھول گئے اور یہ پوچھتے ہوئے تو میرا کلیجہ کانپ اٹھتا ہے کہ کسی جائز فعل پر تعزیر وعقوبت کی نسبت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے کے لئے کون سا دل وجگر پیدا کریں گے۔

ثانیاً علامہ موصوف نے حدیث ابو الصہباء کے ان الفاظ "ان الناس قد استعجلوا فی شیء کانت لهم فیه اناة فلوامضیناه علیهم" (یعنی لوگوں نے ایسی چیز میں جلد بازی کر ڈالی جس میں ان کو دیر کرنا چاہئے تھی پس کاش ہم اس کو ان پر نافذ کر دیتے) کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ الفاظ گویا صراحۃً دلالت کرتے ہیں کہ تین طلاقیں مجموعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرام نہ تھیں بلکہ جائز تھیں اس لئے انہوں نے ان کو نافذ کر دیا میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ تقریر کر کے تین طلاقوں کے واقع ہو جانے کا حکم وفتویٰ دیا اور اس تقریر سے گویا صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ثلاث مجموع کو جائز سمجھ کر

---

[1] یعنی تین طلاقوں کا نافذ کرنا ۱۲ منہ

ایسا کیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک متنفس نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو متنبہ نہ کیا کہ ثلث مجموع حرام ہیں لہٰذا آپ ان کو نافذ تو کیجئے لیکن للہ ایک حرام چیز کو جائز نہ سمجھئے میں حیرت میں ہوں کہ ابن القیم کے دل میں اس اعتراض کا خطرہ باوجود اس کے وضوح وظہور کے کیونکر نہیں پیدا ہوا؟ اور یہ خطرہ گزرا تو انہوں نے کس طرح یہ جائز رکھا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، ابن عمرو بن العاص، ابوہریرہ، علی عثمان، عمران بن حصین وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے ایک حرام چیز کو جائز کہا گیا ہے اور ان تمام حضرات نے خاموشی اختیار کی حالانکہ ان حضرات کی شان تو بہت بڑی ہے اس وقت کی عورتیں بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ٹوک دیتی تھیں۔

ثالثاً حیرت ہے کہ علامہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جانب تین یکجائی طلاقوں کے جائز رکھنے کی نسبت کس طرح کی جب کہ وہ خود اسی اغاثۃ اللہفان (صفحہ ۱۷۳) میں لکھ چکے ہیں کہ جب تین طلاق دینے والا ان کے پاس لایا جاتا تھا تو درد پہنچانے والی سزا دیتے تھے اور اس کی بی بی کے حرام ہونے کا فتویٰ دیتے تھے سوال یہ ہے کہ جائز کام پر سزا کیسی؟

رابعاً اس پریشان کلامی کی بھی کوئی حد ہے کہ یہاں تو لکھ دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین طلاقوں کو جائز سمجھتے تھے اور زاد المعاد و اعلام الموقعین میں اس کے بالکل خلاف لکھا اعلام (جلد۲ صفحہ ۲۶) میں لکھتے ہیں کہ جب لوگوں نے اللہ سے ڈرنا چھوڑ دیا اور کتاب اللہ سے کھیل کرنے لگے اور غیر شرعی طلاق دینے لگے تو جس چیز کا لوگوں نے التزام کیا اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر لازم کر دیا ان کو سزا دینے کے لئے الخ اور زاد المعاد (جلد۷ صفحہ ۱۹۱) برہامش زرقانی میں لکھتے ہیں ”لم یخالف عمر اجماع من تقدمه بل رأى الزامهم بالثلاث عقوبة لهم لما علموا انه حرام و تتابعوا فيه“ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم کے

اجماع کی مخالفت نہیں کی بلکہ انہوں نے تین طلاق کے لازم کرنے کو لوگوں کے سزا کے لئے مناسب خیال کیا بدیں وجہ کہ لوگ اس کو حرام جانتے ہوئے پے بہ پے اس کے مرتکب ہوئے یہ عبارتیں دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک تین طلاق حرام تھی ان کا واقع کرنا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کرنا تھا یہ طریقہ طلاق غیر شرعی تھا اس لئے ان کو سزا دی ایسا صریح تعارض و تہافت علامہ ابن القیم کے کلام میں محل تعجب ہے، کیا ہمارے مخالفین بتا سکتے ہیں کہ ان دونوں میں کون سی بات صحیح ہے۔

خامساً اگر کہا جائے کہ ابن القیم کی دوسری بات تحقیقی ہے یعنی یہ کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ یکجائی تین طلاقوں کو حرام سمجھتے تھے تو یہ درست ہے لیکن اس کے بعد میں پوچھوں گا کہ ثلث مجموع کی حرمت کے باوجود اگر کوئی شخص ایسی طلاق دیتا تھا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سیاسی حکم سے قطع نظر کر کے فتویٰ کیا دیتے تھے یعنی ثلث مجموع کو ازروئے فتویٰ (مع قطع النظر عن السياسة) ثلاث مشروع کا حکم دیتے تھے۔ یا ایک رجعی کا اگر کہئے کہ ثلاث مشروع کا حکم دیتے تھے تو آپ نے ہمارے مسلک کو علی الرغم تسلیم کر لیا اور آپ نے ابن القیم کے اس قول کی کہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت نہیں کی) تغلیط کر دی اس لئے کہ اس صورت میں تو (بخیال مخالفین) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ متقدمین کی صریح مخالفت کی اور اگر کہئے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ تین طلاقوں کو حرام سمجھتے تھے اور کوئی ایسی طلاق دے دے تو اس کو ازروئے فتویٰ ایک رجعی کے حکم میں قرار دیتے تھے لیکن سیاسۃً و تعزیراً تینوں کو نافذ کر دیتے تھے تو یہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصریح کے خلاف ہے چنانچہ امام المخالفین علامہ ابن القیم نے خود اغاثۃ اللہفان میں یہ روایت بسند صحیح نقل کی ہے۔ "قال سعيد بن منصور حدثنا سفيان عن شقيق سمع انسا يقول قال عمر فى الرجل يطلق ثلاثا قبل ان يدخل بها هى ثلاث لا تحل له حتى تنكح زوجا غيره وكان اذا اتى به

اوجعہ'' یعنی حضرت انس راوی ہیں کہ حضرت عمر اس شخص کے بارے میں جو اپنی بی بی کو خلوت سے پہلے تین طلاقیں دے دے یہ فرماتے تھے کہ یہ طلاقیں تین ہی ہیں (ایک نہیں) اور عورت اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ دوسرا شوہر نہ کرے اور جب ایسا شخص ان کے پاس لایا جاتا تو درد پہنچاتے (یعنی سخت سزا دیتے)۔[1] اس روایت میں صراحۃً موجود ہے کہ ثلاث مجموع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک تین ہی ہیں اور یہ کہ اس کے بعد بغیر نکاح ثانی شوہر اول کے لئے عورت حلال ہی نہیں، پس یہ کہنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین طلاقوں کو ایک رجعی کا حکم دیتے تھے غلط ہوگیا۔ اسی طرح یہ بھی غلط ہوگیا کہ ثلاث مجموع کو نافذ کردینا سیاسۃً وتعزیراً تھا اس لئے کہ روایت میں تصریح ہے کہ مطلقۂ ثلاث شوہر اول کے لئے حلال نہیں۔

اور اس اثر کی تائید ایک اور اثر سے ہوتی ہے جو دار قطنی (صفحہ ۴۲۸) میں مذکور ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ ایک شخص بحالت حیض اپنی بی بی کو بتہ طلاق دے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا (یہ واضح رہے کہ مولوی شمس الحق صاحب اہل حدیث نے التعلیق المغنی (صفحہ ۴۵۰) میں لکھا ہے کہ اہل مدینہ تین طلاقوں کو بتہ کہتے ہیں) اور عرض حال کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اپنے خدا کی نافرمانی کی اور تمہاری بی بی تم سے جدا ہوچکی، اس نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے تو اپنی بی بی کو طلاق دی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجعت کرادی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو رجعت کا اختیار اس لئے ملا تھا کہ انہوں نے کل طلاقیں نہیں دے ڈالی تھیں (بلکہ صرف ایک دی تھی دو طلاقیں باقی رکھی تھیں) اور تم نے تو رجعت کرنے کے لئے کچھ باقی ہی نہیں رکھا (بلکہ کل طلاقیں دے ڈالیں) الخ۔ اس اثر سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ثلاث مجموع کو موجب حرمت زوجہ اور از روئے فتویٰ شرعی اس صورت میں رجعت کو ناممکن سمجھتے تھے۔

---

[1] اضافۃ: ص ۱۷۳

سادساً امضائے ثلاث کو سیاسی وتعزیری حکم اس لئے بھی نہیں کہا جا سکتا کہ بلاشبہ خلفاء وائمہ کو سیاست وتعزیر کے بہت وسیع اختیارات حاصل ہیں لیکن کسی خلیفہ یا امام کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں ہے کہ کوئی ایسی سیاست وتعزیر جاری کرے جس سے کسی حکم منصوص شرعاً کا ابطال یا تغیر لازم آئے اور امضائے ثلاث کو سیاست وتعزیر کہنے کی صورت میں مخالفین کے مسلمات سے لازم آئے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سیاست کو جاری کر کے ایک حکم منصوص شرعاً کو بدل ڈالا (العیاذ باللہ) اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ۔

1. مخالفین کے نزدیک تین یکجائی طلاقیں ایک رجعی کے حکم میں ہیں اور۔
2. مخالفین کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی خیال تھا[1] اور۔
3. مخالفین اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ایک یا دو طلاق کے بعد بنص قرآنی شوہر کو رجعت کا استحقاق حاصل ہے ارشاد ہوا "وبعولتھن احق بردھن فی ذلك" پھر۔
4. مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین مجموعی طلاقوں کو جو ایک رجعی کے حکم میں ہیں سیاسۃً تین قرار دے کر شوہر سے بی بی کو جدا کر دیا اور استحقاق رجعت کو باطل کر دیا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سیاسی حکم سے (جس کی نسبت ابن القیم رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے وقیاس تھا) اس استحقاق کو جو بنص قرآنی ثابت تھا باطل کر دیا اور اس آیت قرآنی کے حکم کو بدل دیا "نعوذ باللہ من ذلك وحاشا جناب الفاروق ان یفعل کذلك"

سابعاً علامہ ابن القیم نے یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس سیاسی حکم سے اتفاق کیا اور سب نے اس کو پسند کیا لیکن معلوم نہیں وہ اور ان کے

---

[1] زاد المعاد

متبعین اس کا کیا جواب دیں گے کہ جس سیاست سے بنا بر مسلمات مخالفین کسی حکم قرآنی کی تغییر یا ابطال لازم آتا ہو اس سے اس جماعت نے کس طرح اتفاق کر لیا جس کی دینداری و پرہیز گاری جن کے کمال ایمان و خلوص اور جن کے تورع و دیانت کی شہادتیں قرآن کریم دے رہا ہے۔

ثامناً امضائے ثلث کو محض سیاست و تعزیر کہنا اس لئے بھی باطل ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس سیاست سے راضی و متفق الرائے بتایا جاتا ہے ان میں سے بہتوں کے فتوے آج بھی ہمارے پیش نظر ہیں جو بہ ندائے بلند پکار رہے ہیں کہ امضائے ثلث تعزیری حکم نہیں ہے بلکہ تشریعی حکم ہے اور "فیما بینھم و بین اللّٰہ" یہی ان کا اعتقاد و فتویٰ ہے میں نے باب اول میں کئی صحابیوں کے فتوے نقل کیے ہیں اور خود ابن القیم نے اغاثہ (صفحہ ۱۷۳ و ۱۷۴) میں بہت سے صحابہ کے فتوے درج کیے ہیں۔ ان کو ملاحظہ کر کے میرے بیان کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ میں نمونے کے دو فتوے یہاں نقل کرتا ہوں۔

اغاثہ (صفحہ ۱۷۴) میں بیہقی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس مسجد میں حاضر ہو کر بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اثم بربہ و حرمت علیہ امرأتہ" (یعنی بخدا اس نے گناہ کیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی) اس شخص نے ابو موسیٰ اشعری سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو نجید (یعنی عمران) کے ایسے بہت سے لوگ پیدا کر دے۔

اور اغاثہ (صفحہ ۱۷۳) میں بحوالہ بیہقی مذکور ہے کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو سو طلاقیں دے دیں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا، "ثلاثۃ تحرم و سبع و تسعون فضل" (یعنی تین طلاقیں اس کی بی بی کو اس پر حرام کر دیں گی اور ستانوے طلاقیں فالتو ہیں)۔

ان دونوں فتووں کو بغور پڑھئے ان میں صراحۃً مذکور ہے کہ تین طلاقوں سے بی بی حرام ہو جاتی ہے، علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے متبعین سے میں کہتا ہوں کہ آپ کے خیال میں مجموعی طلاقوں کے بعد رجعت جائز ہے اور یہ تینوں ایک کے حکم میں ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محض سیاسۃً تین کو نافذ کر دیا تھا، اور صحابہ نے بھی ان کی موافقت کی تھی، نہایت بجا، اور بالکل درست لیکن مہربانی کر کے ذرا یہ بھی ارشاد ہو کہ کیا کسی حلال و جائز کو سیاسۃً حرام و ناجائز بھی کہا یا کیا جا سکتا ہے؟ کیا سیاست و تعزیر کے وسیع اختیارات میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی حلال و جائز شئے کو حرام و ناجائز کر دیا جائے؟

دوستو! ساری خرابیاں صرف اس لئے لازم آتی ہیں کہ تم نے امضائے ثلث کو سیاسی حکم کہا ہے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

تنبیہ

مجھے اندیشہ ہے کہ مخالفین زمانہ میرے مؤاخذات سے گھبرا کر کہیں یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ امضائے ثلث کو سیاسی و تعزیری حکم قرار دینا علامہ ابن القیم کی ذاتی رائے ہے اور ہم کو ان کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ علامہ ابن القیم کی یہ رائے غلط ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ تھا کہ تین یکجائی طلاقیں تین ہی ہیں، اور اس کے بعد رجعت جائز نہیں ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں خطائے اجتہادی سرزد ہوئی ہے۔ اس لئے میں پہلے ہی سے ان کو متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ اس بے باکی کا خطرہ بھی اپنے دل میں نہ لائیں۔ اور ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ امضائے ثلث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ منفرد نہیں تھے بلکہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ان

کے ساتھ تھے۔ اور سب نے ان کی موافقت و تائید کی (جیسا کہ ابن القیم کی تصریحات سے ثابت کیا جا چکا ہے) لہٰذا (معاذ اللہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخطی کہنے سے سارے صحابہ کا خطا پر اجماع و اتفاق لازم آ جائے گا اور اس کے قائل ہونے کے بعد معاملہ بڑی خطرناک حد تک نازک ہو جائے گا اور نہ معلوم کتنی گتھیاں پڑ جائیں گی جن کے سلجھانے سے آپ کی پوری جماعت قاصر رہ جائے گی، اور یہی نہیں بلکہ بہت سی چیزوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا میں اشارہ فتنہ کے خوف سے ان باتوں کو عام نہیں کرنا چاہتا۔ اہل علم کے لیئے اتنا اشارہ بہت کافی ہے۔

اس کے علاوہ مخالفین کو اس نکتہ سے بھی آشنا کر دوں کہ خلفائے راشدین کی حیثیت دیگر صحابہ کی حیثیتوں سے بہت بلند قرار دی گئی ہے۔ مجھے یہاں ان کی جملہ حیثیات سے بحث نہیں بلکہ یہاں صرف ان کی مفتیانہ حیثیت کو واضح کرنا مقصود ہے اور اس کی نسبت مجھے یہ کہنا ہے کہ حضرات خلفاء کی مفتیانہ حیثیت کی عظمت کا اظہار احادیث نبویہ میں بتصریح مذکور ہے لیکن اس کے علاوہ قرآن کریم کے ارشادات میں بھی اس کا ذکر موجود ہے کہ خلفائے راشدین اپنے عہد خلافت میں جن احکام کو جاری کر دیں اور جن امور کی ترویج فرما دیں وہ سب دین پسندیدۂ الٰہی میں داخل اور معروف شرعاً کے مصداق ہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی عدیم النظیر کتاب ازالۃ الخفاء مقصد اول (صفحہ ۱۹) میں تحریر فرماتے ہیں:

> دوم آنکہ از باب عقائد و عبادات و معاملات و مناکحات و احکام خراج و آنچہ در عصر مستخلفین ظاہر شود و ایشاں باہتمام تمام سعی در اقامت آں کنند دین مرتضی است، پس الحال قضاء مستخلفین در مسئلہ یا فتوی ایشاں در حادثہ ظاہر شود، آں دلیل شرعی باشد کہ مجتہد بآں تمسک نماید زیرا کہ آں دین مرتضی است کہ تمکین آں واقع شد ہر چند اجتہاد ہر مجتہدے

"ولو کان صحابیا" احتمال خطا دار دو نزدیک کسے کہ میگو "کل مجتھد مصیب" تعدد جواب در ہر حادثہ محتمل است ونزدیک کسے کہ میگوید "المصیب واحد والآخر معذور غیر آثم" احتمال خطا در ہر دو جانب ممکن است لیکن ایں ہمہ ظنون ظہور حقیقت آنچہ در زبان ایشان وبسعی ایشان شائع شدہ برنمی دارد۔

اور (صفحہ ۲۳) میں فرماتے ہیں:

باز مفہوم "اقاموا و اٰتوا وامروا ونھوا" آن است کہ ہر چہ از ممکنین درایام تمکین ایشان ازیں ابواب ظاہر شود ہمہ معتدبہ خواہد بود شرعاً۔

اور (صفحہ ۱۱۶) میں فرماتے ہیں:

واما آنکہ قول خلیفہ حجت است چوآنرا امضا کند وآں قول ممکن شود در مسلمین وآں بالاتر از قیاس است وایں خصلت ثابت است دریں بزرگواراں پس ثابت است بطریق بسیار "قال اللّٰہ تعالٰی:
﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ. وقال عزوجل:
اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾"

ان تمام عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عقائد وعبادات ومعاملات ومناکحات جو خلفائے راشدین کے زمانہ میں ان کی کوشش سے رائج یا جاری ہوئے وہ سب پسندیدہ الٰہی ہیں آج اس عہد کا جو فتویٰ یا فیصلہ ان امور کے متعلق ملے وہ حجت ودلیل شرعی ہے اور خطائے اجتہادی کا احتمال ان فتووں یا فیصلوں کی حقیقت یا حجیت پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا بلکہ حق وحجت ہی رہیں گے۔

اس مسئلے میں اب چند باتیں اور رہی جاتی ہیں، دل تو چاہتا ہے کہ ان کو بھی لکھ ہی دیا جائے، لیکن چونکہ یہ تحریر بہت طویل ہوتی جارہی ہے اس لئے اس صحبت میں اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر ضرورت سمجھی گئی تو کسی دوسری صحبت میں بقیہ مباحثہ کا اضافہ کردیا جائے گا۔

تمت الرسالة والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيّد المرسلين وعلى اله وصحبه اجمعين.

اضافہ

آثار صحابہ

نو صحابہ کرام کے آثار پڑھ چکے ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی ایسے فتوے منقول ہیں جیسا کہ پہلے بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، مثلاً حضرت عثمان غنی اور حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت وعبداللہ بن معقل مزنی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ بھی تین طلاقوں کے واقع ہونے کا فتویٰ دیتے تھے، چنانچہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔

اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ

"عبدالرزاق عن ابراهيم بن محمد عن شريك بن ابی نمر[1] قال: جاء رجل الی علی فقال: انی طلقت امرأتی عدد العرفج، قال: تأخذ من العرفج ثلاثا و تدع سائره."

ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ میں نے

---

[1] چونکہ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو "اثر زید بن ثابت" کے عنوان سے آرہی ہے اس لئے اس سند کا ارسال مضر نہیں ہے۔ نیز اس کی تائید سنن کبری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے "عن حبيب بن ابی ثابت عن بعض اصحابه قال جاء رجل الی علی رضی الله عنه فقال طلقت امراتی الفا. قال ثلاث تحرمها واقسم سائرها بين نسائك" یعنی ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی بی بی کو ایک ہزار طلاقیں دے ڈالیں ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین طلاقیں تمہاری بی بی کو تم پر حرام کردیں گی باقی طلاقوں کو اپنی بیبیوں میں تقسیم کردو ۷/۳۳۵) اس کے علاوہ غیر مدخولہ کے حق میں تین اکٹھی طلاقوں کے واقع ہوجانے کا فتویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنن کبریٰ میں دو سندوں سے مذکور ہے، ایک بطریق حسن عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن علی۔ اور ایک بطریق جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی ۱۲ منہ۔

عرفج کے درختوں کی تعداد میں اپنی بی بی کو طلاق دے دی ہے، آپ نے فرمایا ان درختوں میں سے تین لے لو، باقی کو جانے دو۔"

اثر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

"قال ابراهيم: واخبرني ابو الحويرث عن عثمان بن عفان مثل ذلك." [1]

ترجمہ: "ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو الحویرث نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول بھی اسی کے مثل بیان کیا ہے۔"

اس اثر کو یہ کہہ کر ٹالا نہیں جا سکتا کہ ابراہیم و ابو الحویرث متکلم فیہ ہیں، اور ابو الحویرث کا سماع حضرت عثمان سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کی تائید ایک بہت قوی السند اثر سے ہوتی ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں مذکور ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکاتب نفیع نے اپنی منکوحہ کو دو طلاقیں دے دیں (اس بات کو ذہن میں رکھئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک غلام یا مکاتب کے حق میں دو طلاقیں تین کے حکم میں ہیں اور ان کو دو سے زیادہ طلاق کا حق نہیں ہے) طلاق کے بعد نفیع نے رجعت کا ارادہ کیا تو ازواج مطہرات نے منع کیا اور کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مسئلہ دریافت کرو۔ نفیع مسئلہ پوچھنے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اکٹھے مل گئے پوچھنے پر دونوں ایک ساتھ بولے کہ تمہاری عورت تم پر حرام ہوگئی اب جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کرلے حلال نہیں ہوسکتی۔

اس اثر کی اسناد یہ ہے "عبدلرزاق عن الثوری عن ابی الزناد عن سلیمان ابن یسار" [2]

---

[1] مصنف عبدالرزاق قلمی نسخہ کتب خانہ مراد ملا استنبول (۳/۱۵۸) مصنف کے مطبوعہ نسخہ میں جلد ششم کے ص ۳۹۴ پر اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے۔ (ناشر)

[2] ۴/۲/۷ اس اثر کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں بھی ذکر کیا ہے، دیکھو تنویر الحوالک ۲/۹۴۔ (ناشر)

اور اس سے بھی اونچی سند مذکور ہے، ”عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن ابن المسیب قال: قضی عثمان فی مکاتب طلق امرأته تطلیقتین وهی حرة، فقضی له ان لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره“ نیز اس کی تائید اس اثر سے بھی ہوتی ہے جس کو ابن حزم نے محلی (جلد۱۰ صفحہ۱۷۲) میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے اپنی عورت کو ہزار طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تین طلاقوں سے بائن ہوگئی۔ اس کی سند یہ ہے۔ ”وکیع عن جعفر بن برقان عن معاویة بن ابی یحیی“

اثر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

”عبدالرزاق عن ابی سلیمان عن الحسن بن صالح عن مطرف عن الحکم ان علیا وابن مسعود و زید بن ثابت قالوا: اذا طلق البکر ثلاثا فجمعها لم تحل له حتی تنکح زوجاغیره، فان فرقها بانت بالاولی ولم تکن الاخریین (کذا) شیئا“[1]

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے، کہ مرد جب کنواری (غیر مدخولہ) عورت کو بیک لفظ تین طلاقیں دے دے تو وہ شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی، جب تک دوسرا شوہر نہ کرے، لیکن اگر الگ الگ لفظوں میں تین طلاقیں دی ہیں، تو پہلی طلاق سے وہ بائنہ ہو جائے گی اور دو باقی طلاقیں کالعدم ہو جائیں گی۔“

سنن سعید بن منصور میں ہے کہ حکم بن عتیبہ نے مذکورہ بالا فتویٰ دیا، جب ان

[1] مصنف عبدالرزاق مطبوعہ بیروت: ۳۳۶/۶

سے پوچھا گیا کہ یہ فتویٰ کس سے مروی ہے، تو فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ سے۔ اس کی سند یہ ہے "سعید قال: حدثنا هشيم قال: حدثنا مطرف عن الحكم" [1]

سنن سعید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے باسناد دیگر بھی ایسا ہی مروی ہے۔

تنبیہ

غیر مدخولہ عورت کا یہی حکم حنفی مذہب میں بھی ہے کہ اگر اس کو یوں طلاق دی جائے کہ تجھ کو طلاق دی، تجھ کو طلاق دی، تجھ کو طلاق دی۔ تو وہ پہلے فقرہ سے بائنہ ہو جائے گی باقی دو فقرے کالعدم ہو جائیں گے۔ لیکن اگر کسی غیر مدخولہ عورت کو یوں طلاق دی کہ میں نے تجھ کو تین طلاقیں دیں، تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اور عورت بغیر حلالہ کے حلال نہیں ہو سکتی۔

بہر حال اس اثر سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں حضرات غیر مدخولہ کے حق میں یہ فتویٰ دیتے تھے کہ اس کو بیک لفظ تین طلاقیں دی گئیں، تو تینوں واقع ہوں گی۔

اثر حضرت عبداللہ بن معقل مزنی رضی اللہ عنہ

سنن سعید بن منصور میں ہے کہ عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر "انت طالق انت طالق انت طالق" (تجھ کو طلاق ہے، تجھ کو طلاق ہے، تجھ کو طلاق ہے) لگا تار کہے، درمیان میں وقفہ اور سکوت نہ کرے تب بھی بغیر حلالہ کے عورت حلال نہ ہوگی۔ [2]

اس کی سند یہ ہے "ناهشيم، نا مغيرة عن الشعبى عن عبدالله بن معقل" جن صحابہ کرام کے فتوے ہم نے پیش کیے، ان کی تعداد اب تیرہ ہو گئی اس کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ چند تابعین کے فتوے بھی پیش کر دیئے جائیں۔

---

[1] سنن سعید حدیث نمبر ۱۰۷٦ [2] سنن سعید: ۲/۲٦۳

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ

"اذا طلق الرجل البکر ثلاثا فلا تحل له حتی تنکح زوجا غیره."[1]

ترجمہ: "جب مرد کنواری (غیر مدخولہ) کو تین طلاقیں دے دے تو بغیر حلالہ کے وہ اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔"

اس کی سند یوں ہے: "عبدالرزاق عن معمر عن قتادة عن سعید بن المسیب"

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ قاضی تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد سے لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد تک برابر قاضی رہے۔

شعبی راوی ہیں کہ ایک شخص نے شریح سے کہا کہ میں نے اپنی بی بی کو سو طلاقیں دے دی ہیں۔ شریح نے جواب دیا کہ تین تو تمہارے لئے ہیں، باقی ستانوے اسراف و معصیت ہیں۔

اخبار القضاۃ میں اس کی سند یوں ہے۔ "اخبرنی محمد بن شاذان قال اخبرنا یعلی قال حدثنا ابو زبید ان اسماعیل بن ابی خالد حدثهم عن عامر قال جاء رجل الی شریح"

اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ شریح رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا میں نے اپنی بی بی کو ستاروں کی تعداد میں طلاق دے دی ہے تو شریح نے فرمایا کہ وہ تم سے بائنہ ہوگئی۔ اس نے کہا، آپ کی کیا رائے ہے؟ شریح نے جواب

[1] مصنف عبدالرزاق: ۳۳۲/۶۔

دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ سواری پر کجاوہ کسو اور سوار ہو کر روانہ ہو جاؤ، جب احمقوں کی سرزمین پر پہنچو تو وہاں اتر پڑو، اس کو بھی دکیع نے بہ سند بیان کیا ہے۔[1]

امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ

سعید بن منصور نے اس سند سے "ناهشيم عن جابر عن الشعبی عن مسروق"[2] ان کا بعینہٖ وہی فتویٰ نقل کیا ہے جو عکرمہ کا ہے، عکرمہ کا فتویٰ عنقریب مذکور ہوگا۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ

انہوں نے فرمایا:

"اذا قال انت طالق ثلاثا قبل ان يدخل بها لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره"

ترجمہ: "جب خلوت سے پہلے مرد عورت سے کہے کہ تجھ کو تین طلاقیں، تو جب تک حلالہ نہ ہو عورت اس کے لئے حلال نہیں۔"

اس کی سند یہ ہے، "سعيد قال: هشيم قال: انا ابو بشر عن سعيد بن جبير"[3]

عکرمہ مولی ابن عباس رضی اللہ عنہما

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ان سے غیر مدخولہ کی تین طلاقوں کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا کہ اگر بیک لفظ تینوں دی گئی ہیں تو وہ شوہر کے لئے بلا حلالہ کے حلال نہیں ہے اور اگر یوں کہا گیا ہے کہ تجھ کو طلاق ہے، تجھ کو طلاق ہے، تجھ کو طلاق ہے، تو پہلے فقرہ سے عورت بائنہ ہو جائے گی اور باقی دو بے کار ہو جائیں گے۔

---

[1] ۲/۲۶۱ و ۳/۲۰۶ [2] سعید بن منصور: ۱/۲۶۲

[3] سعید بن منصور: ۱/۲۶۳، مصنف عبدالرزاق: ۶/۳۳۴

اس کی سند یوں ہے، "عبدالرزاق عن معمر عن ابن طاؤس قال سئل عکرمة"[1]

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بعینہٖ وہی بات روایت کی ہے، جو عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اس کی سند یوں ہے، "عبدالرزاق عن معمر عن سعید عن ابی معشر عن ابراھیم"[2]

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ

انہوں نے بھی بعینہٖ وہی فرمایا ہے، جو ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، اس کی سند یہ ہے۔ "عبدالرزاق عن معمر عن عطاء بن السائب عن الشعبی[3]".

"وسعیدنا هشیم ناداؤد بن ابی هند عن الشعبی"[4]

حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ

اوپر مع حوالہ و سند گزر چکا، مصنف عبدالرزاق میں اس کی سند یہ ہے، "عبدالرزاق عن غیر واحد عن مطرف عن الحکم"[5]

حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

اس کی سند "عبدالرزاق عن ابن عیینة عن مسعر عن حماد"[6]

زہری رحمۃ اللہ علیہ وقتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ اگر کسی شخص نے سفر میں اپنی بی بی کو دو گواہوں

---

[1] مصنف عبدالرزاق: ۳۳۶/۶

[2] عبدالرزاق: ۳۳۶/۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵/۵، سنن سعید بن منصور: ۲۶۲/۱

[3] عبدالرزاق: ۳۳۶/۶ [4] سعید بن منصور: ۲۶۴/۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵/۵

[5] عبدالرزاق: ۳۳۷/۶ [6] عبدالرزاق: ۳۳۷/۶

کے سامنے تین طلاقیں دے دیں اور وطن واپس آنے کے بعد اس نے اپنی بی بی سے وطی کی، اس پر گواہوں نے کہا کہ وہ ہمارے سامنے تین طلاقیں دے چکا ہے، تو اس صورت میں زہری رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، اگر شوہر بہ حلف کہے کہ ان دونوں نے مجھ پر جھوٹی گواہی دی ہے، تب تو اس کو سو کوڑے لگائے جائیں گے، اور مرد و عورت میں علیحدگی کر دی جائے گی۔ اور اگر مرد نے اقرار کر لیا کہ ہاں، میں نے طلاق دی ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا۔[1]

تین طلاقوں کے بعد جو رجعت کا فتویٰ دے

زہری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ بھی اسی کتاب میں مذکور ہے کہ کسی نے اپنی بی بی کو تین طلاقیں دیں، پھر کسی نے اس کو فتویٰ دے دیا کہ رجعت کر لو، اس کو عبرت ناک سزا دی جائے گی اور مرد و عورت کے درمیان تفریق کر دی جائے گی، اور اس ناجائز وطی کا تاوان بھی برداشت کرنا پڑے گا۔

تین طلاقوں کے بعد رجعت کا فتویٰ دینے والے اس فتویٰ کو بغور پڑھیں اور تمام اہل حدیث ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ زہری سے بڑھ کر کون اہل حدیث ہو سکتا ہے، جس کے خوشہ چیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر بعد کے تمام محدثین ہیں، جن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ تمام حضرات شامل ہیں۔

علامہ حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

علامہ ابن حزم ترک تقلید کے پرجوش مبلغ اور تقلید کو حرام کہنے اور عملاً ترک تقلید نیز ائمہ مجتہدین پر سخت سے سخت نکتہ چینی و حرف گیری کرنے میں سب سے زیادہ پیش پیش ہیں۔ حیرت ہے کہ موجودہ اہل حدیث حضرات کے برخلاف ان کے نزدیک قرآن و حدیث سے جو چیز ثابت ہے یہ ہے کہ ایک مجلس بلکہ ایک لفظ میں تین طلاق

[1] مصنف: ۹۵/٤

دینا، طلاق بدعت نہیں بلکہ طلاق سنت ہے اور ایسی تین طلاقیں واقع بھی ہو جاتی ہیں اور بغیر حلالہ کے عورت حلال نہیں ہوتی اور ان کی تحقیق یہ بھی ہے کہ کوئی شخص ایسی عورت سے بہ نیت تحلیل نکاح کرے تو یہ نکاح صحیح ہے۔ بلکہ اگر نکاح سے پہلے وہ یہ شرط بھی منظور کر لے کہ خلوت کے بعد وہ اس کو طلاق دے دے گا تو بھی نکاح صحیح ہے اور یہ شرط لغو ہو جائے گی۔ فرماتے ہیں: ''حتی ان اشترط ذلك علیه قبل العقد فهو لغو من القول ولم ینعقد النكاح الا صحیحا بریا من كل شرط'' [1]

علامہ ابن حزم کے نزدیک حدیث اور آثار صحابہ سے یہی ثابت ہے ان بحثوں کے لئے ان کی کتاب المحلی جلد دہم کے (صفحہ ۱۷۰) الغایۃ (صفحہ ۱۸۵) کا مطالعہ کیا جائے۔

وهذا آخر ما اردنا ان نضیفه الی اصل الرسالة
والحمدلله اولا واخرا.

[1] المحلی: ۱۰/۱۷۳

فتاویٰ الصحابة

في الطلقات المجموعة

الاعلام المرفوعہ آپ کے ملاحظہ سے گزر گئی۔ آپ نے دیکھ لیا کہ ان تین طلاقوں کے سلسلے میں جو بیک لفظ یا بیک طہر دی گئی ہوں، جمہور علماء وفقہاء کا مسلک کس قدر واضح، مدلل اور فطری ہے جس میں نہ کوئی دور از کار تاویل ہے، اور نہ کوئی گنجلک بات! بس ایک سیدھی سی بات ہے، جس میں نہ کہیں تضاد ہے نہ کوئی الجھن اس کے برخلاف جن لوگوں نے مذکورہ بالا تین طلاقوں کو ایک بنانے کی کوشش کی ہے، انہیں ہر قدم پر ایک الجھن اور ہر لحہ ایک رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، پھر اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے ایسی تاویلوں کا سہارا لینا پڑتا ہے کہ ان کے پیچھے سے دوسری الجھنیں اور تضادات پیدا ہونے لگتے ہیں۔

اعلام مرفوعہ کی اشاعت کے بعد بھی حضرت اقدس محدث جلیل رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا خیال رہا ہے کہ اس سلسلہ میں مزید دلائل وشواہد مہیا کئے جائیں اس باب میں آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کی چھان بین شروع کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ ایک جویائے حق کے لئے بہترین رہنما ثابت ہوں گے کیونکہ ان کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور ارشاد کے خلاف کوئی فتویٰ صادر کریں گے۔ اور اس پر قائم رہیں گے، ان حضرات کا ذوق، اس درجہ سلیم تھا کہ اگر انہیں کوئی حدیث نہیں پہنچی ہوتی اور اجتہاد کی نوبت آتی، تو بیشتر اوقات ان کا اجتہاد عین منشاء رسول کے مطابق ہوتا۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ ان حضرات نے اپنی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں فنا کر رکھی تھی، چنانچہ حق تعالیٰ انہیں وہی راستہ دکھاتے تھے جو ان کا

پسندیدہ ہوتا۔ پھر یہی کہا جائے گا کہ اس باب میں حضرات صحابہ کرام کے فتاویٰ درحقیقت ترجمان ہیں رسول اکرم ﷺ کے ارشادات وتعلیمات کے، اگر ضدا ور عناد سے برطرف ہوکر کوئی غور کرے گا تو صراط مستقیم کو ان حضرات کے فتاویٰ میں پا لے گا۔

حضرت مولانا کی نگاہ بہت وسیع اور دقیق تھی انہوں نے مختلف مراجع ومصادر سے تلاش کر کے صحابہ کرام کے بہت سے فتاویٰ اکٹھا کر دیے ہیں۔ یہ فتاویٰ مسودہ کی شکل میں حضرت کے کاغذات میں دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کی تبییض بھی حضرت کی حیات ہی میں ہو چکی تھی، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی اور اضافہ کرنا چاہتے تھے مگر اس کا موقع نہ مل سکا لیکن جتنا ہے یہی کافی ہے۔ یہ فتاویٰ الماٰثر میں شائع ہو چکے اب انہیں اعلام مرفوعہ کے ساتھ ملحق کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے نافع بنائے۔ (ادارہ)

① حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

❶ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاق کو تین قرار دینا تو ہر مخالف وموافق کو تسلیم ہے تمام محدثین وفقہاء جن میں ابن تیمیہ اور ابن قیم بھی شامل ہیں۔ اور نو پیدا فرقۂ غیر مقلدین میں سے بھی کسی کو انکار نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے واقع ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

چنانچہ سنن سعید بن منصور میں ہے:

"من قال: انت طالق ثلاثا فهي ثلاث" [۱]

ترجمہ: "یعنی جو کہے کہ تجھ کو تین طلاق ہے، تو تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں۔"

❷ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی ایسا شخص لایا

[۱] سنن سعید بن منصور: ۲۵۹/۱

جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں، تو اس کی خوب پٹائی کرتے تھے، اور میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتے تھے۔[1]

❸ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تین طلاق کو نافذ اور واقع قرار دینے کا ذکر اس حدیث کے ضمن میں بھی آئے گا، جس حدیث کو غیر مقلد لوگ اپنی دلیل میں پیش کیا کرتے ہیں۔

❹ عطاء خراسانی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ علاء بن جعونہ نے اپنی بیوی کو سو طلاق دے دی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ، اور فرمایا کہ تمہاری عورت تم سے بائنہ ہوگئی۔[2]

اصابہ میں علاء کے باپ کا نام جاریہ بتایا گیا ہے۔

❺ اور یہ حدیث بھی سب کو تسلیم ہے کہ "علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین" (تم میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد ہیں۔ انہوں نے تین طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا، تو اس کو تسلیم کرنا اور اسی کے مطابق فتویٰ دینا حکم نبوی کے مطابق واجب ہے، اور اس پر عمل کرنا حدیث پر عمل کرنا ہے۔

② فتویٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ "تمسکوا بعهد ابن ام عبد" یعنی عبداللہ بن مسعود کے عہد (یعنی فتویٰ، حدیث اور تاکید) کو مضبوطی سے پکڑو۔

❶ انہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک فتویٰ یہ ہے کہ ایک شخص نے آکر ان سے یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دے دی ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۱۱ [2] سنن سعید بن منصور: ۱/۲٦۵، صابہ: ۲/۲۹۷

پوچھا کہ پھر لوگوں نے تم کو کیا بتایا، اس نے کہا کہ لوگوں نے بتایا کہ تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے اوپر رحم کھانے کا ارادہ کیا (یعنی تم سے رعایت کی) تمہاری بیوی تو صرف تین طلاقوں ہی سے تم سے جدا اور تمہارے نکاح سے باہر ہوگئی، باقی چھیانوے طلاقیں سب کی سب ظلم اور زیادتی ہیں۔[1]

اور مصنف عبدالرزاق (جلد ۶ صفحہ ۳۹۵) میں ہے کہ جب اس آدمی نے یہ کہا کہ میں نے نناوے طلاقیں دیں، اور لوگوں نے کہا کہ تیری عورت بائنہ ہوگئی، تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان لوگوں نے تم دونوں میں جدائی کو پسند کیا، اس نے سمجھا کہ آپ کچھ آسانی اور رخصت عطا کریں گے، تو کہا اللہ آپ پر رحم کرے، آپ کیا فرماتے ہیں، انہوں نے کہا تین طلاقیں تیری بیوی کو تجھ سے جدا کر دیں گی۔ اور باقی ساری طلاقیں عدوان اور زیادتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تین کو تین قرار دینے کے اور کئی فتوی مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں مذکور ہیں، مثلاً ابن ابی شیبہ (جلد ۵ صفحہ ۲۱) اور عبدالرزاق (جلد ۶ صفحہ ۳۳۱) اور سعید بن منصور (جلد ۱ صفحہ ۲۶۱) میں صحیح سند سے مروی ہے کہ ابن مسعود نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاق دے وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی، ان کی یہ تصریح بھی موجود ہے کہ غیر مدخولہ کو تین طلاق دے دی جائے تو وہ بمنزلہ مدخولہ کے ہے، یعنی دونوں ہی کو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی[2] اور عبدالرزاق کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ غیر مدخولہ کو بمنزل مدخولہ کے قرار دیتے تھے ایسا ہی بیہقی (جلد ۷ صفحہ ۳۳۵) میں بھی ہے۔

ع جڑ کٹ گئی نخل آرزو کی

---

[1] سنن سعید بن منصور: ۱/ ۲۵۷، ۲۶۳

[2] ابن ابی شیبہ: ۵/ ۲۳

③ فتویٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص نے آکر ذکر کیا میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین یا تین سے زیادہ طلاقیں دے دی ہیں، اور اب وہ پچھتا رہا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی تو اس کو پچھتانا پڑ رہا ہے، اور شیطان کی فرمانبرداری کی، تو اللہ نے اس کے لئے کوئی راستہ نہیں نکالا، تیرے چچا کی بیوی اس سے بائنہ ہوگئی۔[1]

مصنف عبدالرزاق میں طاؤس کا بیان ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب سوال کیا جاتا کہ فلاں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، تو اس سے زائد کچھ نہیں فرماتے کہ اگر تو اللہ سے ڈرا ہوتا تو اللہ تیرے لئے نکلنے کا راستہ بناتا۔[2]

اور مجاہد کا بیان ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ستاروں کے عدد کے برابر طلاق دے دی، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ راس الجوزاء[3] جو گنتی میں تین ہے کافی ہے (جلد ۶ صفحہ ۳۹۶) یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ (جلد ۵ صفحہ ۱۵) میں بھی ہے۔

عطاء کا بیان ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا فلاں شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ان میں سے تین لے لے باقی چھوڑ دے۔[4]

---

[1] سنن سعید بن منصور حدیث نمبر، ۱۰٦٤، ۱۰٦٥، او مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱/۵

[2] مصنف عبدالرزاق: ۲۹٦/٦

[3] راس الجوزاء کو "هقعة الجوزاء" اور ہقعہ بھی کہتے ہیں۔ یہ چاند کی ایک منزل ہے جس میں اثافی کی طرح تین ستارے ہوتے ہیں۔ اثافی پتھروں کے ان تین ٹکڑوں کو کہتے ہیں جو چولہے پر دیگچی وغیرہ رکھنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ (نہایہ و کتاب الانواء)

[4] عبدالرزاق: ۳۹٦/٦

ایسا ہی ابن کثیر اور اعرج نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور سعید ابن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دے ڈالی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تین لے لو اور نو سو ننانوے چھوڑ دو۔[1] ایسا ہی مجاہد نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔[2]

سعید بن جبیر کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دیں، انہوں نے فرمایا کہ تین طلاقیں تیری بیوی کو تجھ پر حرام کر دیں گی، باقی ساری گناہ ہیں، جن سے تو نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا ہے۔[3]

اور مجاہد کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تینوں طلاق دے ڈالیں، انہوں نے فرمایا کہ تم میں کا ایک شخص طلاق دینے میں حماقت کرتا ہے، پھر کہتا ہے اے ابن عباس! اے ابن عباس! تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تو اپنی بیوی سے جدا ہو گیا (ہاتھ دھو بیٹھا)۔[4]

مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں کا حکم ایک ہے

مصنف عبدالرزاق (جلد ۶ صفحہ ۳۳۳) مصنف ابن ابی شیبہ (جلد ۵ صفحہ ۲۲، ۲۳) موطائے امام مالک سنن سعید بن منصور (جلد ا صفحہ ۱۶۱) وغیرہ میں صحیح سند سے مذکور ہے کہ جو آدمی اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے تین طلاقیں دے دے، اس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب لوگ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ اس کی بیوی اس کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک نکاح کر کے دوسرے شوہر کے پاس نہ جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسے دو فتوے مصنف عبدالرزاق (جلد ۶ صفحہ ۳۳۴) میں منقول ہیں۔

---

[1] عبدالرزاق: ۶/ ۳۹۷ [2] عبدالرزاق: ۶/ ۳۹۷

[3] عبدالرزاق: ۶/ ۳۹۷ [4] عبدالرزاق: ۶/ ۳۹۷

فائدہ اولیٰ: یہاں پہنچ کر یاد دلا دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں غیر مدخولہ کے حق میں ان کا فتویٰ دینا منقول ہے کہ اس پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اب وہ بلا نکاح ثانی پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی، وہیں پر یہ صراحت بھی مذکور ہے کہ "التی لم یدخل بھا والتی دخل بھا فی الثلاث سواء" یعنی غیر مدخولہ اور مدخولہ تین طلاق کے واقع ہو جانے میں یکساں ہیں، اس کو امام اسحاق بن راہویہ نے اپنی سند میں روایت کیا ہے۔[1]

فائدہ ثانیہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام جلیل القدر شاگرد مثلاً سعید بن جبیر، مالک بن الحارث، ابو سلمہ، ضحاک، محمد بن ایاس بن البکیر، محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان، زہری، طاؤس، عنترہ، عمرو بن دینار، معاویہ انصاری عطاء اور مجاہد وغیرہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ نقل کرتے ہیں کہ تین طلاق دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں، اور عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔

ان حضرات کا مدخولہ کے حق میں تو بالاتفاق یہی بیان ہے، اور غیر مدخولہ یعنی جس کو خلوت سے پہلے تین طلاق دے دی جائے، اور تینوں طلاقیں بیک لفظ دی جائیں، جیسے یوں کہہ دیا جائے کہ "انت طالق ثلاثا" (تجھ کو تین طلاق ہے) تو اس صورت میں بھی اکثریت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ نقل کرتی ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اور اسی بات کی تصریح خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی کی ہے، چنانچہ مسند اسحاق بن راہویہ میں ہے کہ "التی لم یدخل بھا والتی دخل بھا فی الثلاث سواء" (جیسا کہ اوپر گزرا)۔

اور وہ غیر مدخولہ جس کو ایک لفظ میں تین طلاق نہ دی جائے بلکہ "انت طالق، انت طالق، انت طالق" (تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق) کہہ دیا جائے اس کے بارے میں اکثریت بلکہ کل کا بیان یہ ہے کہ اس صورت میں غیر مدخولہ ایک

[1] المطالب العالیہ: ۲/۶۳

طلاق سے بائنہ ہو جائے گی، اور یہی مذہب حنفیہ اور جمہور امت کا بھی ہے۔

ہاں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردوں میں صرف ابن شہاب ان کا یہ فتویٰ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی اپنی غیر مدخولہ بیوی کو "انت طالق، انت طالق" کہہ کر طلاق دے دے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ مگر طاؤس نے اسی وقت ابن شہاب کے اس بیان کی یہ کہہ کر تردید کر دی تھی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہونے کے قائل تھے، لیکن اس صورت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے صحیح فتویٰ کی نشاندہی، اور پہلی صورت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کی روایت میں دوسرے شاگردوں کی موافقت کرنے کے باوجود امام طاؤس ذاتی طور پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے خلاف فتویٰ دیتے تھے۔

چنانچہ مصنف عبدالرزاق .... میں طاؤس کے لڑکے راوی ہیں کہ عکرمہ رضی اللہ عنہ (ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد و مولی) سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی کنواری عورت کو خلوت سے پہلے تین طلاقیں دے دیں، عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر اس نے تینوں یکجا دی ہیں (مثلاً "انت طالق ثلاثا" کہا ہے) تو اب وہ عورت اس کے حق میں اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی، جب تک دوسرے سے نکاح کر کے ہم صحبت نہ ہو، اور اگر اس نے تینوں الگ الگ دی ہیں، اور یوں کہا ہے، "انت طالق، انت طالق انت طالق" تو اس صورت میں عورت ایک طلاق سے بائنہ ہو گئی، باقی دو بے کار ہیں ابن طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے عکرمہ کے اس فتویٰ کا ذکر اپنے والد سے کیا، تو انہوں نے کہا کہ دونوں صورتیں برابر ہیں، دونوں صورتوں میں ایک ہی طلاق (بائن) واقع ہو گی۔

حالانکہ مصنف ہی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بصراحت مذکور ہے کہ اگر کوئی (خلوت سے پہلے) اپنی عورت کو تین طلاق دے، مگر بیک لفظ اور اکٹھی نہ دے تو

ایک ہی طلاق واقع ہوگی، عطاء نے کہا یہ بات مجھ کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پہنچی ہے۔[1]

اور اسی میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کنواری عورت کو ایک طلاق بائنہ بنادے گی اور تین اس کو حرام کردیں گی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا کہ ابو ہریرہ نے بالکل صحیح جواب دیا۔[2] یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں صورتوں کا حکم ایک دوسرے سے مختلف بتاتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ تفریق ابن ابی شیبہ میں اس سے بھی زیادہ وضاحت سے مذکور ہے، مصنف ابن ابی شیبہ میں عطاء رحمہ اللہ راوی ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "اذا طلقها ثلاثا قبل ان یدخل بها لم تحل له حتی تنكح زوجا غیره. لو قالها تترى بانت بالاولى" یعنی قبل خلوت تین طلاق اکٹھی دے تو عورت حرام ہوگئی، دوسرے نکاح کے بعد حلال ہوگی۔ اور اگر یکے بعد دیگرے طلاق دے، یعنی "انت طالق، انت طالق، انت طالق" کہے تو پہلے فقرے سے وہ بائنہ ہوگئی (اور باقی دو فقرے بے کار اور لغو ہو جائیں گے)۔[3]

دیکھئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوری صراحت سے دونوں صورتوں کا حکم الگ الگ بتایا ہے جس کی صریح مخالفت امام طاؤس نے کی ہے، غیر مدخولہ کو اکٹھی تین طلاق دینے کی صورت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ سعید بن جبیر نے بھی روایت کیا ہے، وہ فتویٰ ابن ابی شیبہ میں بایں الفاظ مذکور ہے "اذا طلق ثلاثا قبل ان یدخل بها فلا تحل له حتی تنكح زوجا غیره"[4]

اور غیر مدخولہ کو اس صورت میں یہ فتویٰ صرف ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی یہی فتویٰ دیتے ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں تفصیل کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ان الفاظ

---

[1] عبدالرزاق: ۳۳۵/۶　　[2] عبدالرزاق: ۳۳۵/۶

[3] مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵/۵　　[4] مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴/۵

میں منقول ہے۔ ”عن علی قال: اذا طلق البکر واحدة فقد بتھا واذا طلقھا ثلثا لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ“[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں دیگر متعدد صحابہ کا یہ فتویٰ منقول ہے کہ خلوت سے پہلے تین طلاق دینے سے عورت حرام ہو جاتی ہے۔ یعنی تینوں طلاق واقع ہو جاتی ہیں، حیرت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کی اتنی واضح تصریحات کے باوجود طاؤس نے غیر مدخولہ کے حق میں طلاق کو ایک قرار دینے کی جرأت کیسے کی؟

غیر مدخولہ کے حق میں اکٹھی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کی نسبت عمرو بن دینار، عطاء وابوالشعثاء کی طرف بھی کی گئی ہے، لیکن یہ نسبت بالکلیہ صحیح نہیں ہے، عمرو بن دینار کی نسبت تو ایک روایت میں ملتا ہے کہ وہ جمع کرنے یعنی ”انت طالق ثلاثا“ کہنے کی صورت میں بھی اس کے قائل تھے، مگر عطاء وابوالشعثاء کے بارے میں یہ تصریح کہیں نہیں ملتی، بلکہ اس کے برخلاف عطاء کی یہ صراحت موجود ہے کہ ”اذا طلقت امراة ثلاثا ولم تجمع فانما ھی واحدة“ (جب تم عورت کو تین طلاق دو اور اکٹھا نہ کرو (بلکہ ”انت طالق انت طالق انت طالق“ کہو) تو یہ ایک ہی طلاق ہوگی۔[2]

اور ابوالشعثاء کا یہ فتویٰ ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں سال بھر تک تیرے پاس نہ آؤں گا، اگر آؤں تو تجھ کو تین طلاق تو جابر بن زید یعنی ابوالشعثاء نے فرمایا کہ اگر چار مہینے کے اندر بیوی کے پاس گیا تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔[3] اس میں مدخولہ اور غیر مدخولہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے، مگر ابو الشعثاء کے استاذ کا ارشاد یہ ہے کہ ”طالق ثلاثا“ کہنے کا حکم مدخولہ وغیر مدخولہ

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲/۵ [2] عبدالرزاق: ۳۳۵/۶

[3] ابن ابی شیبہ: ۲۷۹/۵

دونوں میں یکساں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سارے شاگرد غیر مدخولہ کے بارے میں ان کا جو فتویٰ نقل کرتے ہیں، وہ خود بھی یہی فتویٰ دیتے ہیں، مگر معلوم نہیں کس بنیاد پر طاؤس اور عمرو بن دینار ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتویٰ کے ایک جز کی مخالفت کرتے ہیں۔

اگر کہا جائے کہ شاید ابو عیاض کی روایت بنیاد بنی ہو تو گزارش ہے کہ یہ روایت بھی بنیاد نہیں بن سکتی، اس لئے کہ اس میں تو تین مفرق کا بیان ہے یعنی اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ غیر مدخولہ عورت کو چاہے تین بار "انت طالق، انت طالق، انت طالق" کہو یا ایک بار "انت طالق" کہو دونوں کا حکم برابر ہے، تین بار بھی یہ کہنے سے ایک ہی طلاق بائن واقع ہوگی اور ایک بار بھی کہنے سے ایک طلاق بائن پڑے گی روایت کے الفاظ یہ ہیں "عن ابی عیاض ان ابن عباس قال الثلاث والواحدة فی التی لم یدخل بھاسواء" [1]

اس روایت میں الثلاث سے تین بار انت طالق کہنا لازمی اور یقینی طور پر اس لئے مراد ہے کہ اگر یہ مراد نہ لیا جائے بلکہ اکٹھی تین طلاق "انت طالق ثلاثا" کہنے کو بھی مراد لیا جائے اور اس کو ایک قرار دیا جائے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی متعدد تصریحات سے اس کی تکذیب ہوتی ہے۔

ابن ابی شیبہ وغیرہ کی کئی روایتوں میں ان کا صریح فتویٰ ہے۔ "اذا طلق ثلاثا قبل ان یدخل بھا فلا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ" [2]

اور (جلد۵ صفحہ۲۵) میں ہے "اذا طلقھا ثلاثا قبل ان یدخل بھا لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ ولو قالھا تتری بانت بالاولی"

---

[1] عبدالرزاق: ۳۳۵/۶ [2] ابن ابی شیبہ: ۲۴/۵

فائدہ ثالثہ ایک عجیب تضاد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام جلیل القدر شاگرد مثلاً سعید بن جبیر رحمۃ اللہ[1] ابو سلمہ رحمۃ اللہ[2] مالک بن الحارث رحمۃ اللہ[3] ضحاک رحمۃ اللہ[4] محمد بن ایاس بن البکیر رحمۃ اللہ[5] محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان رحمۃ اللہ[6] امام زہری رحمۃ اللہ[7] عنترہ رحمۃ اللہ[8] عمرو بن دینار رحمۃ اللہ[9] اور مجاہد[10] وغیرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ نقل کرتے ہیں کہ تین طلاق دینے سے تینوں واقع ہوتی ہیں، اور عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔

مگر اس کے برخلاف ان کے ایک شاگرد جن کا نام طاؤس ہے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں دو یا تین سال تک تین طلاق ایک شمار ہوتی تھی۔

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

اگر طاؤس کا یہ بیان صحیح ہے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سہ سالہ سنت کی مخالفت کی جرأت کیسے کی، اور صحابہ میں سے کسی نے اس ناحق فتویٰ پر کیوں نہیں ٹوکا، جو چیز عہد نبوی اور عہد صدیقی میں حلال رہی ہو، اس کو حرام قرار دینے کا ان کو کیا حق تھا، اور یہ ان کے لئے کیسے جائز ہوا؟ کیا صحابیوں کو بھی حلال کو حرام قرار دینے کا اختیار ہے؟

اور اس سے زیادہ جرأت کی بات یہ ہے کہ دوسرے صحابہ کرام نے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی علی الاعلان تائید و موافقت کی ہے، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما،

---

[1] ابن ابی شیبہ: ۱۳/۵، ۲٤ [2] عبدالرزاق: ۳۳٤/٦ و سعید بن منصور: ص ۲٦۱
[3] سعید بن منصور: ص ۲۵۸ [4] سعید بن منصور: ص ۲٦۵
[5] عبدالرزاق: ۳۳۳/٦ ابن ابی شیبہ: ۲۳/۵ سعید بن منصور
[6] عبدالرزاق: ۳۳٤/٦ [7] عبدالرزاق: ۳۳۵/٦
[8] ابن ابی شیبہ: ۱۳/۵ [9] ابن ابی شیبہ: ۲۵/۵ [10] ابو داؤد: ۲۹۹/۱

حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما بلکہ خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، آخری خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی ان کی موافقت میں فتویٰ دیا ہے، اور ان کے فتویٰ کی زبردست تائید کی ہے، کیا یہ سب صحابی عہد نبوی وعہد صدیقی کے فتووں کو بھول گئے تھے؟ یا اتنے بڑے بڑے صحابیوں نے جان بوجھ کر سنت رسول کی مخالفت کی تھی؟ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی سنی مسلمان ان سوالوں کا جواب اثبات میں نہیں دے سکتا، اگر منہ بچانے کے لئے یہ عذر پیش کیا جائے۔ جیسا کہ غیر مقلد لوگ اور ان کے پیشوا پیش کیا کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد کی مخالفت جائز نہیں سمجھی، یا ان کے خوف سے مخالفت نہیں کی، تو یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے کیا عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت ناجائز اور رسول کی مخالفت جائز ہے؟ کیا عمر رضی اللہ عنہ کی اطاعت رسول کی اطاعت پر مقدم ہے؟ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی کے فیصلے کے خلاف کوئی ایسا فیصلہ کیا تھا جس کی بنیاد قرآن وحدیث میں نہیں تھی، تو وہ نیا اور محدث فیصلہ "من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد" کے بموجب دیوار پر مار دینے کے قابل تھا، یا پورے اتفاق اور اجماع کے ساتھ بسروچشم قبول کرنے کے لائق تھا؟

اصل حقیقت

اصل حقیقت یہ ہے کہ امام طاؤس کی طرف اس بیان کی نسبت ہی سراسر غلط، خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہے، جس کی اندرونی شہادتیں خود طاؤس کی روایتوں میں موجود ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کو طاؤس سے ان کے کئی شاگردوں نے مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے، ان میں ایک بیان صحیح مسلم میں طاؤس کے صاحبزادے کا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"ابن طاوس عن ابیه عن ابن عباس قال: کان الطلاق علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلث واحدة فقال عمر: ان الناس استعجلوا امرا کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم، فامضاه علیهم"[1]

ترجمہ: "ابن طاؤس اپنے باپ طاؤس سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ طلاق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال تک تین طلاق دینا، ایک تھا (یعنی تین طلاق دینے کے بجائے صرف ایک طلاق دیتے تھے) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب لوگوں نے اس کام میں جلدی کی، جس میں ان کے لئے ٹھہر ٹھہر کر کرنے کا حکم تھا، تو ایسا ہوتا کہ ہم اس کو ان کے اوپر نافذ کر دیتے (یعنی جب ان لوگوں نے جلدی سے عورت کو تین طلاق دے دینا چاہا تو ہم بھی سب کو نافذ ہی کر دیتے) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کے اوپر نافذ کر دیا۔"

دیکھئے طاؤس کا اصل بیان یہ ہے، جس کو ان کے بیٹے نے روایت کیا ہے، اس میں قطعاً اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ تین طلاق ایک شمار ہوتی تھی، بلکہ صاف صاف طلاق الثلاث واحدۃ یہ ترکیب اضافی وارد ہے (یعنی تین کا طلاق ایک تھا) جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تین طلاق دینے کے بجائے ایک طلاق دیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں نے جلد بازی شروع کی اور چاہا کہ جلدی سے ایک ہی مجلس میں ایک ہی لفظ سے تینوں طلاقیں دے کر قصہ ختم کر دیں، حالانکہ ان کو ہدایت تھی کہ تینوں طلاقیں ٹھہر ٹھہر کر تین طہر میں دیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کو

---

[1] صحیح مسلم: ۱/۴۷۷ و عبدالرزاق: ۶/۲۹۲

نافذ کر دیا۔

اسی کو دوسری روایت میں یوں بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں نے پے در پے (ایک ہی مجلس میں) تین طلاق دینا شروع کر دیا، تو آپ نے ان سب کو ان کے اوپر نافذ کر دیا اس موقع پر ابن ابی شیبہ کا لفظ "فلما رای عمران الناس قد تتابعوا فی الطلاق فاجاز ھن" اور مسلم کا لفظ ہے کہ "فلما کان فی عهد عمر تتابع الناس فی الطلاق" یعنی دونوں کتابوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ پے در پے طلاق دینے لگے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے پے در پے اور یکے بعد دیگرے طلاق دینا نہ تھا، بلکہ تین طلاق دینے کے بجائے صرف ایک طلاق دینا تھا۔

یہ ہے طاؤس کا اصل بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد نبوی سے لے کر ابتدائے عہد فاروقی تک لوگ پے در پے طلاق دیتے ہی نہ تھے، اس وقت تک تین طلاق یکجا دینے کے بجائے ایک دیتے تھے۔

ابن طاؤس کا یہی بیان صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں بایں الفاظ مذکور ہے "ابن طاؤس عن ابیه ان ابا الصهباء قال لا بن عباس: تعلم انها کانت الثلاث تجعل واحدة علی عهد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و ابی بکر وثلاثا من امارة عمر فقال ابن عباس: نعم" (طاؤس نے کہا کہ ابو الصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا، کیا آپ جانتے ہیں کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تین سال تک تین طلاق ایک بنائی جاتی تھی (یعنی طلاق دینے والے تین کے بجائے ایک دیتے تھے) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں۔

❷ طاؤس کے ایک شاگرد ہشام بن حجیر طاؤس کا بیان یوں نقل کرتے ہیں کہ "قال: قال عمر بن الخطاب: قد کان لکم فی الطلاق اناة فاستعجلتم

انا تکم وقد اجزنا علیکم ما استعجلتم من ذلك." (طاؤس نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ایک مجلس کی تین طلاقوں کے نافذ کرنے کے وقت اس کی علت یہ بتائی تھی اور) یہ کہا تھا کہ تمہارے طلاق میں مہلت تھی اور وقفے وقفے سے دینے کی ہدایت تھی مگر تم نے جس بات کے لئے جلد بازی کی ہے، ہم نے اس کو نافذ کر دیا)۔

دیکھئے طلاق میں جلد بازی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے شروع ہوئی، اور تین طلاق یکبارگی، یا ایک مجلس میں دینے کا رواج شروع ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا، اگر پہلے بھی یہی رواج ہوتا، اور جلد بازی کی یہی صورت ہوتی، تو صحابہ کرام، بلکہ خود صاحب واقعہ حضرت عمر کو ٹوک دیتا کہ یہ جلد بازی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تھی، اور لوگ اکٹھی طلاقیں دیا کرتے تھے، مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نافذ نہیں کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو نافذ نہیں کیا، اور خود آپ بھی تین سال تک اسی فیصلے پر قائم رہے، تو اب آپ کو اس سنت قدیمہ کے بدلنے کا حق کہاں سے حاصل ہو گیا، اور تین طلاق واقع کرنے کی جو علت آپ بیان کرتے ہیں وہ علت تو پہلے بھی موجود تھی، پھر آپ کے پیش رو حضرات نے تینوں کو نافذ کیوں نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر تو ایک معمولی بڑھیا بھی برسر عام اعتراض کر کے ان کو رجوع پر مجبور کر دیتی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی صحیح مراد، اور طاؤس کے بیان کی صحیح صورت حال یہ ہے مگر طاؤس کی ایک روایت میں ان کے شاگرد کے شاگرد سے بھی نیچے کسی راوی نے ان کے بیان کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ طاؤس نے بیان کیا کہ ابو الصہباء ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، اور کہا کہ لائیے آپ اپنے کچھ عجائبات سنائیے، بے شک عہد نبوی اور عہد صدیقی اور ابتدائے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں تین ایک شمار کی جاتی تھی، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ ایک کے

بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری پے در پے ایک ہی مجلس میں تین طلاق دینے لگے تو آپ نے ان تینوں کو نافذ کر دیا۔

اس روایت کو بغور پڑھیے، پہلی بات یہ ہے کہ طاؤس کہتے ہیں کہ ابو الصہباء ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، حالانکہ بعینہ یہی روایت مسلم میں ہے، اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ابو الصہباء آیا اور دوسری روایت میں طاؤس کا بیان یہ ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو وہاں ان کا غلام ابو الصہباء موجود تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ عہد نبوی وغیرہ میں تین کا ایک ہونا کون بیان کرتا ہے، جب کہ صحیح مسلم میں بعینہ اسی روایت کے اندر بصراحت مذکور ہے کہ ابو الصہباء ہی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا تھا ''الم یکن الطلاق الثلاث الخ'' (کیا تین طلاق دینا ایک نہ تھا) اسی طرح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب ''قد كان ذلك'' مذکور ہے، وہ ابن ابی شیبہ کی روایت میں مذکور نہیں ہے۔

تیسری اور سب سے آخری بات یہ ہے کہ اس میں ''ان الثلاث كان يحسبن'' ہے حالانکہ مسلم میں بعینہ یہی روایت ہے۔ اس میں یحسبن کا وجود نہیں، بلکہ اس میں ''الم يكن طلاق الثلاث يا الطلاق الثلث واحدة''[1]

ابن ابی شیبہ اور صحیح مسلم دونوں میں حدیث کی سند یوں ہے ''حماد بن زيد عنا يوب السختياني عن ابراهيم بن ميسرة عن طاؤس'' یعنی اوپر سے نیچے حماد تک سند متحد ہے، حماد سے نیچے ابن ابی شیبہ میں عفان بن مسلم راوی ہیں اور صحیح مسلم میں سلیمان بن حرب ہیں۔

خلاصہ بحث

مختلف روایات کا جائزہ لینے کے بعد حسب ذیل باتیں منقح ہو کر سامنے آئیں۔

[1] مسلم: ۱/۴۷۸

❶ طاؤس نے صحیح مسلم میں جس قول یا بیان کی نسبت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف کی ہے وہ درحقیقت ان کے غلام ابو الصہباء کا قول ہے، جس کو اس نے ان کے سامنے رکھ کر اس کی تصدیق چاہی ہے، تو آپ نے تصدیق کر دی ہے یعنی وہ بات خود نہیں بولے ہیں اور یہ الفاظ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نہیں ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تو صرف اس قول کی تصدیق کی تھی جو ابو الصہباء بولا تھا۔

❷ ابو الصہباء نے یہ نہیں بیان کیا تھا کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں تین طلاق ایک مجلس میں دی جاتی تھی تو ایک ہونے کا فتویٰ دیا جاتا تھا، اس نے تو طلاق کی تاریخ بیان کی تھی کہ طلاق کی تاریخ یہ ہے کہ عہد نبوی سے لے کر ابتدائے عہد فاروقی تک لوگ یکجا تین طلاق دینے کے بجائے ایک ایک طہر میں ایک ایک دیا کرتے تھے، خلافت فاروقی کے تیسرے یا چوتھے سال لوگوں نے جلد بازی شروع کی، اور ایک ہی مجلس میں پے درپے تینوں طلاقیں دینے لگے، اسی بات کو اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ کر پوچھا کہ کیا آپ اس بات کو جانتے ہیں، تو کہا، ہاں![1]

[1] حضرت محدث کبیر رحمہ اللہ کا مسودہ یہاں پر ختم ہو گیا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کچھ اور لکھنا باقی رہ گیا ہے، لیکن آں قدح بشکست وآں ساقی نماند، اب اسے کہاں سے لایا جائے، لیکن جو کچھ ہے وہ بھی فہیم انسان کے لئے بہت کافی ہے۔

آگے راقم الحروف مزید توضیح کے لئے عرض کرتا ہے کہ گویا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جس روایت سے تین کے ایک ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے، وہ اس میں بیان مسئلہ نہیں ہے، کیونکہ اگر اس کو بیان مسئلہ قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور عہد صدیقی میں اور ابتدائے عہد فاروقی میں تین طلاقوں کا رواج تھا، اور لوگ تین طلاق دیا کرتے تھے، مگر انہیں ایک قرار دے دیا جاتا تھا حالاں کہ یہ خلاف واقعہ ہے عہد نبوت میں تین طلاق کا دستور نہ تھا۔ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول: "ان الناس استعجلوا امرا کانت لهم فيه اناة" اور "قد كان لكم فى الطلاق اناة فاستعجلتم اناتكم" (تمہیں طلاق میں مہلت تھی اور وقفے وقفے سے دینے کی ہدایت تھی، مگر تم نے جلد بازی شروع کر دی) بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔

بس اس حدیث کا صاف مطلب یہ ہے کہ آج جو تین طلاق بیک لفظ یا بیک مجلس دے کر عورت کو ←

④ فتویٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

مصنف عبدالرزاق میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے گا وہ طلاقیں واقع ہو جائیں گی وہ اپنے رب کا گناہ گار قرار پائے گا، اس کو ابن حزم نے محلی میں صحیح قرار دیا ہے۔[1]

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آکر کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ کہا مہر، فرمایا تو مُہیر ہے، تجھ سے تین طلاقیں لے لی جائیں گی اور ستانوے کا تجھ سے قیامت کے دن اللہ حساب لے گا۔[2]

یہ روایت ابن ابی شیبہ (جلد۵ صفحہ۱۴) میں بھی موجود ہے۔

⑤ فتویٰ حضرت انس رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں جس نے خلوت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوں، ارشاد فرمایا کہ اب وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرلے۔

جدا کر دیا جاتا ہے، اس کا دستور پہلے نہ تھا، پہلے اس تین کے بجائے ایک پر اکتفاء کیا جاتا تھا، رہا یہ کہ تین طلاق ایک ہو یا تین ہو، اس کا حدیث کے اس حصے سے کوئی تعلق نہیں ہے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ "قد اجزناعلیکم ما استعجلتم من ذلك" (تم نے جس بات کی جلد بازی کی ہے، ہم نے اس کو نافذ کر دیا) بیان مسئلہ کے لئے ضرور رہنما ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسئلہ پہلے کچھ اور تھا، اب تعزیراً کچھ اور کر دیا گیا، اس کا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے متبع سنت صحابی سے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، یہ درحقیقت اس مسئلہ کے حکم کی وضاحت ہے، کیونکہ جس بات کا عام رواج نہیں ہوتا اس کے حکم کی لوگوں کو عام طور سے خبر بھی نہیں ہوتی، پھر جب اس کا رواج ہوتا ہے تو اس کے حکم کی تلاش ہوتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس ارشاد سے اس کے حکم کی وضاحت فرما دی، گویا کہ مسئلہ کی سرکاری طور پر شرح کر دی گئی تاکہ ہر خاص وعام اسے جان لے، اور قاضیوں کو فیصلہ کی آسانی ہو۔ (اعجاز احمد اعظمی)

[1] عبدالرزاق: ۱۰/۱۷۰، نیز ابن ابی شیبہ: ۵/۱۱

[2] سعید بن منصور: ۱/۲۵۹

اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں اب جب تک عورت دوسرے سے نکاح نہ کرلے اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔[1]

(۶) فتویٰ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

سنن سعید میں ہے کہ انہوں نے فرمایا جو آدمی اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے تین طلاقیں دے دے اس کی بیوی اس کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک دوسرا شوہر نہ کرلے۔[2]

(۷) فتویٰ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

سنن سعید میں ہے کہ انہوں نے فرمایا جو آدمی اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے تین طلاقیں دے دے اس کی بیوی اس کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک دوسرا شوہر نہ کرلے۔[3]

(۸) فتویٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ابن حزم نے محلی میں روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے، حضرت عثمان نے فرمایا کہ وہ تجھ سے تین طلاقوں کے ساتھ بائنہ (جدا) ہوگئی[4] اور ابن ابی شیبہ میں اسی سند سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ان الفاظ میں مذکور ہے کہ تین طلاقیں تیری بیوی کو تجھ پر حرام کردیں گی، اور ستانوے ظلم وزیادتی ہیں۔[5]

(۹) فتویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے عرفج کے بے شمار

---

[1] سنن سعید بن منصور: ص ۲۶۰ [2] سنن سعید بن منصور: ۲۶۱/۱

[3] سنن سعید بن منصور: ۲۶۱/۱ [4] محلی: ۱۷۲/۱۰ [5] ابن ابی شیبہ: ۱۳/۵

درختوں کی تعداد میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ان میں سے تین درختوں کو لے لے گا باقی چھوڑ دے گا، یعنی تین طلاقیں پڑ جائیں گی باقی لغو ہیں، ایسا ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔[1]

اور ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ایک ہزار طلاق اپنی بیوی کو دے دی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تین طلاق سے بائن ہوگئی، باقی جو طلاقیں بچی ہیں ان کو اپنی سب بیویوں میں بانٹ دے۔[2]

ابن ابی شیبہ ہی میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے بارے میں جس نے یہ کہہ دیا تھا کہ میری بیوی کو ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر طلاق، فرمایا کہ وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کر لے۔[3]

(۱۰) فتویٰ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دی ہیں انہوں نے فرمایا وہ اپنے رب کا گناہ گار ہوا اور اس کی عورت اس پر حرام ہوگئی۔[4]

(۱۱) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان دس صحابیوں میں ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی قرار دیا ہے، ان کے بارے میں صحیح روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دی تھیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو کسی نے معیوب قرار نہیں دیا،

---

[1] عبدالرزاق: ۳۹۴/۶
[2] ابن ابی شیبہ: ۱۳/۵
[3] ابن ابی شیبہ: ۷۸/۵
[4] ابنی ابی شیبہ: ۱۱/۵

پھر اسی میں ہے کہ جب عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بحالت مرض اپنی بیوی کو طلاق دی تھی تو عدت گزرنے کے بعد جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی بیوی کو میراث میں حصہ دیا۔[1]

اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی تماضر کو حالت مرض میں تین قطعی طلاق دے دی، تماضر ابھی عدت ہی میں تھیں کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تماضر کو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی میراث میں حصہ دیا، اور اسی میں ہے کہ زہری سے سوال کیا گیا کوئی بیماری کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے پھر وہ مر جائے تو عورت عدت کس طرح گزارے اور کیا وہ وارث ہوگی؟ تو زہری نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیوی کے بارے میں (خلیفہ راشد کی حیثیت سے) یہ فیصلہ کیا کہ وہ طلاق کی عدت گزارے گی اور ان کی وارث ہوگی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عملاً عدت گزرنے پر میراث دلوائی، ان کا بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیماری طویل ہوگئی تھی، اس پورے بیان سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تین طلاق دی تھی اور یہ قطعی طلاق تھی رجعی نہیں تھی، اس لئے کہ مصنف عبدالرزاق میں "فبتھا" واقع ہوا ہے جیسا کہ یہ ثابت ہوا کہ مرض الموت میں قطعی طلاق دینے پر بھی میراث میں عورت کا حق دینا ہی پڑے گا۔

دیکھئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ دونوں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں مزید برآں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد بھی ہیں اور دونوں ہی طلاق نافذ قرار دیتے ہیں۔

---

[1] ابن ابی شیبہ: ۲۱۷/۵

⑫ فتویٰ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

ان سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں، مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین اس کو اس پر حرام کردیں گی اور ستانوے زائد (فالتو) ہیں۔[1]

⑬ فتویٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

موطا اور ابن ابی شیبہ وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فتویٰ مروی ہے کہ جو آدمی خلوت سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تو جب تک اس کی بیوی دوسرے شوہر کے پاس نہ جائے حرام ہی رہے گی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام بھی لیا گیا ہے۔[2]

ابن شیبہ میں یہ روایت بھی مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو یوں طلاق دی تھی کہ تجھ کو ایسی طلاق جو ایک ہزار طلاق کی طرح ہو، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو یہ فتویٰ دیا کہ جب تک اس کی بیوی دوسرا نکاح نہ کرے گی تب تک اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔[3]

⑭ فتویٰ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا

ابن ابی شیبہ میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جو آدمی اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے تین طلاق دے دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ جب تک دوسرا شوہر اس کے پاس نہ جائے تب تک وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی، اس کے بعد متصلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ مذکور ہے کہ اس باب میں غیر مدخولہ کا وہی حکم ہے جو مدخولہ کا ہے۔[4]

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۱۳، ۱۴ [2] ابن ابی شیبہ: ۵/۲۰، موطا
[3] ابن ابی شیبہ: ۵/۷۹ [4] ابن ابی شیبہ: ۵/۲۲

⑮ فتویٰ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

ابن ابی شیبہ میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ مذکور ہے کہ جو شخص خلوت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے اس کے لئے اس کی بیوی دوسرا نکاح کرنے سے پہلے حلال نہ ہوگی۔[1]

⑯ فتویٰ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ

انہوں نے بھی اس آدمی کے بارے میں جو خلوت سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دے یہی فتویٰ دیا ہے کہ جب تک عورت دوسرا شوہر نہ کرلے اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔[2]

⑰ فتویٰ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بیوی کو بیک لفظ تین طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرا نکاح نہ کرلے۔[3]

یہ تمام فتوے جو اب تک نقل کئے گئے وہ اس صورت میں ہیں جب کسی نے اپنی بیوی کو صریحاً تین طلاق دی ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو کئی صورتوں میں صرف ایک لفظ بولنے پر بھی تین طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

تابعین رحمۃ اللہ علیہم

اوپر ہم نے خلفائے راشدین اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایسے فتوے نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک رجعی نہیں

---

[1] ابن ابی شیبہ: ۲۲/۵ [2] ابن ابی شیبہ: ۲۳/۵

[3] عبدالرزاق: ۳۳۶/۶ و سعید بن منصور حدیث نمبر ۱۰۷۶

بلکہ تین قطعی طلاق ہوتی ہے، اور اس سے عورت مرد کے اوپر حرام ہو جاتی ہے، اب جب تک دوسرا شوہر اس سے صحبت کرنے کے بعد طلاق نہ دے اور عدت نہ گزر جائے اس وقت تک پہلے شوہر کے لئے وہ حلال نہیں ہو سکتی ان فتویٰ دینے والوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی ہیں جن کی طرف یہ بیان منسوب ہے کہ عہد نبوی ﷺ اور عہد صدیقی میں نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک شمار ہوتی تھی ان سے بھی کئی ایک فتوے صحیح سند سے مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاق تین ہی ہوتی ہے۔

لہٰذا چاروں اماموں پر یہ الزام لگانا[1] کہ ان لوگوں نے صحیح حدیث کو چھوڑا۔ ان

---

[1] عبدالرحمٰن عبدالخالق کویتی "السلفیون والائمۃ الاربعۃ" میں لکھتا ہے، "رابعا: حرمان الامة من كثر من من الاقوال الصحيحة والنصوص الصحيحة التى خالف الائمة الاربعة فيها مجتمعين الحديث الصحيح كطلاق الثلاث هل يقع ثلاثا او طلاقا واحدا فبينما يقول الائمة الاربعة جميعا انه يقع ثلاثا وبذالك من قال لامراته (انت طالق ثلاثا) فانها لا تحل حتى تنكح زوجا غيره۔ مع العلم ان الحديث الصحيح بخلاف ذلك فقد كان الطلاق ثلاثا يقع واحدا فى زمن رسول الله وابى بكر و صدرا من خلافة عمر و هذه المسئلة افتى بها ابن تيمية رحمه الله فى اتهامه بالكفر والردة بناء على ان الدين فقط هو ما قاله الائمة الاربعة وانه ليس هناك دين وراء ذلك" یعنی .... (چوتھا ضرر عظیم امت کا محروم ہو جانا ہے بہت سے صحیح اقوال اور صحیح حدیثوں سے جن کی چاروں اماموں نے اکٹھے بالاتفاق صحیح حدیث کی مخالفت کی ہے جیسے کہ تین طلاق تین واقع ہوگی یا ایک پس چاروں امام اکٹھے یہ کہتے ہیں کہ تین واقع ہوگی اور عورت حلال نہ ہوگی اس بات کو جانتے ہوئے کہ حدیث صحیح اس کے خلاف ہے، پس تحقیق تین طلاق ایک واقع ہوتی تھی عہد نبوی اور عہد صدیقی اور ابتدائے عہد فاروقی میں) دیکھی آپ نے اس جاہل کی افتراء پردازی کہ اماموں نے صحیح حدیث کو جانتے ہوئے بالاتفاق اس کی مخالفت کی، اور دیکھا اس میں اس کا سفید جھوٹ کہ تین طلاق ایک واقع ہوتی تھی، کیا وہ اور دنیا بھر کے سارے غیر مقلد مل کر حدیث کی کسی کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ تین طلاق عہد نبوی وغیرہ میں ایک واقع ہوتی تھی؟ اور کیا یہ جاہل ائمہ حدیث میں سے کسی امام کا نام لے سکتا ہے جس نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہو اس ←

کی تقلید کرنے کی وجہ سے امت ایک صحیح حدیث اور صحیح قول سے محروم ہو گئی، کتنی جہالت اور بے شرمی کی بات ہے اور کتنا سفید جھوٹ ہے، جس حدیث کی طرف غیر مقلدوں کا اشارہ ہے اس کو تو ان اماموں کی پیدائش سے بہت پہلے تین خلیفہ راشد اور بیسیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چھوڑا، اس کو متروک العمل قرار دیا اور انہیں کی تقلید میں سارے ائمہ اسلام اور پوری امت نے اس کو نظر انداز کیا، پس اگر یہ محرومی ہے تو ائمہ کی تقلید کی وجہ سے نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کی وجہ سے ہوئی (العیاذ باللہ) بلکہ اگر تمہاری طرح کوئی جرأت کرے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ صحیح حدیث سے یہ محرومی حدیث "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین" پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے ائمہ کی تقلید کو حدیث اور قول صحیح سے محرومی کا سبب قرار دینا اس لئے بھی سراسر جہالت ہے کہ ان ائمہ سے بہت پہلے وہ حضرات تابعین جن سے ملاقات کا شرف ائمہ کو حاصل نہیں اور وہ تابعین بھی جن سے ملاقات کا شرف حاصل ہے انہوں نے بھی غیر مقلدین کے زعم فاسد میں اس حدیث کو چھوڑا اور سراسر اس کے خلاف فتویٰ دیا اور اس حدیث کے خلاف مقدمات فیصل کئے اور اس خیر القرون میں کسی ایک امام یا امیر و خلیفہ نے ایک بار بھی نہیں ٹوکا اب لیجئے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر حضرات تابعین کے فتاویٰ ملاحظہ فرمائیے۔

① حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

انہوں نے فرمایا جو آدمی اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق دے دے اس پر اس کی بیوی حلال نہ ہوگی جب تک اس کے علاوہ دوسرے سے نکاح نہ کر لے۔[1]

← سلسلہ میں امام مسلم کا نام لینا بے سود ہوگا اس لئے کہ غیر مقلدین کے نزدیک کسی حدیث کا صحیح مسلم میں ہونا اس کی صحت کی ضمانت نہیں ہے۔

[1] سنن سعید بن مصنور: ۱/۱۶۱، ۲۶۲

② حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

انہوں نے فرمایا کہ جو شخص خلوت سے پہلے اپنی بیوی سے یہ کہے کہ تجھ کو تین طلاق یعنی تینوں طلاقیں ایک لفظ میں دے دی تو اب وہ اس کے لئے بلا نکاح ثانی حلال نہ ہوگی، بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ ایک سانس میں تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق کہہ دے تب بھی عورت حرام ہو جائے گی۔[1] اور ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں "ان کان قال: طالق ثلاثا کلمة واحدة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره، واذا طلقها طلاقا متصلا فهو کذالك"[2]

③ عبداللہ بن معقل مزنی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

انہوں نے فرمایا کہ جب مسلسل بلا وقفہ کے تین بار کہہ دے کہ تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق تو عورت بلا نکاح ثانی حلال نہ ہوگی۔[3]

④ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

انہوں نے بھی فرمایا کہ خلوت سے پہلے "انت طالق ثلاثا" کہہ دے تو بلا نکاح ثانی عورت حلال نہ ہوگی[4] ان کا یہ فتویٰ مصنف ابن ابی شیبہ (جلد۵ صفحہ۲۴) میں بھی مروی ہے۔

⑤ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

انہوں نے خلوت سے پہلے تین طلاق دینے والے کے حق میں فرمایا کہ اس کی ناک مٹی میں ملے وہ اپنی حد کو پہنچ گیا جب تک اس کی بیوی دوسرا شوہر نہ کرے

---

[1] سنن سعید بن منصور: ۱/۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، عبدالرزاق: ۶/۳۳۲

[2] ابن ابی شیبہ: ۵/۲۳ [3] سنن سعید بن منصور: ۱/۲۶۳

[4] سنن سعید بن منصور: ۱/۲۶۳، عبدالرزاق: ۶/۳۳۴

(حلال نہ ہوگی)۔[1] ان کا ایک اور فتویٰ آگے آئے گا۔ سنن سعید بن منصور اور مصنف عبدالرزاق (جلد۵ صفحہ۲۲۱) میں ہے کہ حسن بصری لفظ بتہ سے طلاق دینے پر تین طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ (جلد۵ صفحہ۲۱) میں ہے کہ ایک شخص نے کہا میں اگر اپنے بھائی سے بات کروں تو میری بیوی کو تین طلاق، اگر وہ یہ کہنے کے بعد اپنے بھائی سے بات کرتا تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہو جاتیں اس لئے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فتویٰ دیا کہ اگر وہ چاہے تو ایک طلاق دے کر اس کو چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے، عدت گزرنے پر جب وہ اس کی بیوی نہ رہ جائے تو اپنے بھائی سے بات کرے اس کے بعد چاہے تو دوبارہ اس عورت سے نکاح کر لے۔

⑥ حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

امام شعبی نے بھی وہی فتویٰ دیا جو ابراہیم نخعی نے دیا ہے۔[2] اور مصنف ابن ابی شیبہ (جلد۵ صفحہ۵۷) میں ہے امام شعبی نے فرمایا کہ جب عورت سے قبل از خلوت یوں کہہ دیا جائے "انت طالق، انت طالق، انت طالق" تو عورت شوہر پر حرام ہو جائے گی اور (جلد۵ صفحہ۲۳) میں ہے: "عن الشعبی فی الرجل یطلق امراتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا قال: لا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ" اور (جلد۵ صفحہ۲۰۷) میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اگر اس ہڈی کا گوشت نہ کھائے تو تجھ کو تین طلاق اتنے میں ایک بلی آئی اور وہ ہڈی لے کر چلی گئی تو امام شعبی نے فتویٰ دیا کہ اس نے اپنی بیوی کے لئے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا تو اللہ بھی اس کے لئے نکلنے کا کوئی راستہ نہ چھوڑے یعنی تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اور (جلد۵ صفحہ۲۲۱) میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا تو بڑا حاسد ہے، دوسرے نے کہا جو ہم دونوں میں بڑا حاسد ہو اس کی بیوی کو تین طلاق، پہلے

[1] سنن سعید بن منصور: ۲٦٤/۱ [2] سنن سعید: ۲٦٤/۱

نے کہا ہاں! امام شعبی سے پوچھا گیا کہ ان میں سے کس کی بیوی کو طلاق واقع ہوگی انہوں نے کہا دونوں خائب وخاسر ہوئے دونوں کی بیویاں بائنہ ہوگئیں۔

⑦ مصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ، ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن شداد رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

ان حضرات نے یہ فرمایا کہ جب آدمی اپنی بیوی کو حمل کی حالت میں تین طلاق دیدے تو وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے۔[1]

⑧ حضرت حکم رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

انہوں نے کہا جب مرد کہے کہ میری غیر مدخولہ عورت کو تین طلاق، تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔[2]

⑨ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

مصنف عبدالرزاق میں ہے انہوں نے فرمایا کہ جب آدمی اپنی کنواری بیوی کو تین طلاق دے تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے۔[3] ان کا ایسا ہی ایک فتویٰ مصنف ابن ابی شیبہ (جلد۵ صفحہ۲۴) میں بھی ہے، اور سنن سعید بن منصور میں ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ البتہ تین طلاق ہے یعنی "انت طالق البتۃ" کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوں گی۔[4]

⑩ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

عبدالرزاق میں ہے کہ عکرمہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیوی

---

[1] ابن ابی شیبہ: ۴۳/۵
[2] سنن سعید بن منصور: ۲۶۲/۱
[3] مصنف عبدالرزاق: ۳۳۲/۶
[4] سنن سعید بن منصور: ۳۹۰/۶

کو تین طلاق خلوت سے پہلے دے دی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تینوں طلاقیں اکٹھی دے دی ہیں تو جب تک عورت دوسرے سے نکاح نہ کرے گی اس کے لئے حلال نہ ہوگی اور اگر اس نے غیر مدخولہ کو الگ الگ اس طرح طلاق دی ہے کہ تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق، تو وہ پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور دو بے کار ہو جائیں گی۔[1]

(۱۱) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

ابن ابی شیبہ میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے "اعتدی ثلاثا" کہہ دے تو اس کی بیوی اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے۔[2] یعنی "اعتدی ثلاثا" کہنے سے بھی تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور ابن ابی شیبہ (جلد۵ صفحہ۲۰۴) میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر میں نے تجھ کو اتنا اتنا نہ دیا ہو تو تجھ کو تین طلاق، قتادہ نے فتویٰ دیا کہ شوہر دو عادل گواہوں کی گواہی پیش کرے کہ اس نے اتنا اتنا دیا ہے تب وہ اس کی بیوی رہے گی ورنہ بیوی بائنہ ہو جائے گی یعنی قطعی طور پر جدا ہو جائے گی۔ اور عبدالرزاق میں ہے کہ قتادہ کے نزدیک "اعتدی اعتدی" کہنے سے تین طلاق پڑ جائے گی[3] اور مصنف ابن ابی شیبہ (جلد۵ صفحہ۲۲۱) میں ہے کہ دو آدمی تھے ان میں سے ایک نے کسی پرندے کو دیکھ کر یہ کہا کہ اگر یہ کوا نہ ہو تو میری بیوی کو تین طلاق تو دوسرے نے کہا کہ اگر یہ کبوتر نہ ہو تو میری بیوی کو تین طلاق، اس بارے میں قتادہ نے فتویٰ دیا کہ جب پرندہ اڑ گیا اور معلوم نہیں ہوسکتا کہ وہ پرندہ کوا تھا یا کبوتر تو اب نہ یہ اپنی بیوی کے پاس جا سکتا ہے نہ وہ یعنی ہر ایک پر اس کی بیوی حرام ہوگئی۔

(۱۲) حمید بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ان کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ خلوت سے پہلے کوئی تین

[1] عبدالرزاق: ٦/٣٣٦ [2] ابن ابی شیبہ: ٥/٣٠ [3] عبدالرزاق: ٦/٣٦٤

طلاق دے دے تو عورت نکاح ثانی سے پہلے اس کے لئے حلال نہ ہوگی یعنی تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔[1]

⑬ عبیدہ سلمانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

ابن ابی شیبہ میں ہے کہ عبیدہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں نے فرمایا کہ جب آدمی خلوت سے پہلے تین طلاق دے دے تو اس کی بیوی اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرلے۔[2]

⑭ مکحول رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

مکحول کا مذہب اور فتویٰ بھی یہی ہے کہ خلوت سے پہلے تین طلاق دینے سے (تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی) جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ ہو عورت پہلے کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔[3]

⑮ حضرت جابر بن زید رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

ابن ابی شیبہ میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں سال بھر تک تیرے پاس نہ آؤں گا اگر آؤں تو تجھ کو تین طلاق، جابر بن زید کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر چار مہینے کے اندر بیوی کے پاس چلا گیا تو تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر چار مہینے گزر گئے تو عورت ایک طلاق سے بائنہ ہوگئی یعنی جب تک از سرِ نو اس سے نکاح نہ کرے گا وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی اور چونکہ اب وہ اس کی بیوی نہ رہی تو بیوی نہ ہونے کی وجہ سے تین طلاقیں واقع نہ ہوں گی۔[4]

ابن ابی شیبہ میں ایسا ہی فتویٰ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے۔"ان قربها قبل ان تمضی اربعة اشهر فهی طالق ثلاثا فان تركها حتی

---

[1] ابن ابی شیبہ: ۲٤/۵ [2] ابن ابی شیبہ: ٤۲/۵ [3] مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳/۵ تا ۲۵
[4] ابن ابی شیبہ: ۲۷۹/۵، مصنف عبدالرزاق: ۲۵۳/٦

تمضی اربعة اشهر فقد بانت منه بواحدة فيتزوجها ان شاء فيدخل بها قبل ان تمضی السنة" اور ابراہیم نخعی سے بھی منقول ہے "ان قربها قبل ان تمضی اربعة اشهر فهی طالق ثلاثا" ان تمام فتاویٰ کے لئے دیکھئے۔[1]

(۱۶) عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

عطاء سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو چلی جا تو میرے لئے حلال نہیں ہے جب تک تو دوسرا شوہر نہ کر لے، عطاء نے کہا کہ اس نے تو کھول کر صاف صاف بات کہہ دی (اب کیا پوچھتے ہو) ابن جریج نے کہا مگر اس نے تو منہ سے طلاق کا لفظ نکالا ہی نہیں۔ عطاء نے کہا جو بولا وہی کافی ہے، اس نے بات صاف کر دی اس کی بیوی اس سے الگ ہوگئی، دیکھئے عطاء کے نزدیک اتنا کہنے سے بھی بلا نکاح ثانی عورت حلال نہ ہوگی۔[2] اور (جلد ۶ صفحہ ۳۶۰) میں ہے ابن جریج نے عطاء سے کہا کہ ایک شخص نے "انت طالق" یا "انت خلية" یا "انت برية" یا "انت بائنة" یا "انت سراح" کہا پھر کہا کہ میں نے تین طلاق کا ارادہ کیا ہے مگر میں پشیمان ہوں اور اپنی اہل کو پسند کرتا ہوں، عطاء نے کہا ان صورتوں میں اس کی نیت نہ پوچھی جائے گی ابن جریج نے کہا کہ مگر اس نے تو اپنے منہ سے طلاق کا لفظ بھی نہیں نکالا انہوں نے کہا کہ بس جو بولا وہی کافی ہے اس نے لگی لپٹی نہیں کہی اس کی عورت اس سے قطعی طور پر جدا ہوگئی اور وہ طلاق ہی ہے۔

(۱۷) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

ان کا ارشاد ہے کہ اگر طلاق کی تعداد ایک ہزار بھی ہوتی پھر کوئی کہتا "انت طالق البتة" تو اس کہنے سے وہ ہزاروں طلاقیں پڑ جاتیں اس نے تو سب سے آخری نمبر پر تاک کر نشان لگایا ہے۔[3]

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹/۵ [2] مصنف عبدلرزاق: ۳۶۲۶

[3] عبدلرزاق: ۳۵۹/۶، سعید بن منصور: ۳۹۰/۱، ابن ابی شیبہ: ۶۸/۵

⑱ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی کہہ دے کہ میری منکوحہ کو ستاروں کی گنتی کے برابر طلاق۔ تو اگر بالفرض اس کے نکاح میں دنیا بھر کی ساری عورتیں ہوں تو سب کی سب حرام ہو جائیں گی۔[1]

⑲ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

سنن سعید میں ہے وہ فرماتے تھے "البتۃ" ہمارے نزدیک سب سے بڑھ کر قطعی طلاق ہے[2] اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ وہ "البتۃ" کے لفظ سے طلاق دینے کو تین طلاق دینا قرار دیتے تھے اور تین کے واقع ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔[3] اور ابن ابی شیبہ میں ہے کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کے بارے میں جو تینوں طلاقیں اپنی بیوی کو اکٹھی دے دے، فرماتے تھے کہ جس نے ایسا کیا وہ اپنے رب کا گنہ گار ہوا اور اس کی بیوی اس سے جدا اور بائنہ ہوگئی۔[4] بلکہ وہ تو "انت طالق، انت طالق، انت طالق" کہنے کی صورت میں غیر مدخولہ کو بھی حرام قرار دیتے تھے بلکہ اس کو ابن عباس کی طرف منسوب کرتے تھے۔

⑳ حارث عکلی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

ایک شخص نے اپنی چاروں بیویوں سے کہا کہ تمہارے درمیان تین طلاقیں ہیں تو حارث نے یہ فتویٰ دیا کہ چاروں تین تین طلاق سے بائنہ ہو جائیں گی۔[5]

---

[1] ابن ابی شیبہ: ۱۵/۵ [2] سنن سعید: ۳۹۰/۱ [3] مصنف عبدالرزاق: ۳۵۹/۶
[4] ابن ابی شیبہ: ۱۱/۵ [5] سنن سعید بن منصور: ۲۸۱/۱

تاثر وتبصرہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب گرامی میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''میں اپنے ضعف وعذر سے خود شرمندہ ہوں، اور ہدیہ بسر وچشم قبول کرتا ہوں، اور دعائے نافعیت کرتا ہوں، جس جس جگہ سے رسالہ نظر پڑا بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں ایسا جامع اور محقق نہ لکھ سکتا۔'' (اشرف علی)

مشہور صاحب قلم اور فاضل ادیب جناب ماہر القادری مرحوم اپنے ماہنامہ ''فاران'' میں نصرۃ الحدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مجروح کرنے اور انہیں (معاذ اللہ) ناقابل اعتبار ٹھہرانے کے لئے منکرین رسالت جو وسوسے مسلمانوں کے دلوں میں ڈال رہے ہیں، اور جو نکتے تراش رہے ہیں، اس کتاب نے نہ صرف اس کا ازالہ کیا ہے، بلکہ اس قسم کے تمام شیطانی وساوس اور منافقانہ الزامات کی جڑیں کاٹ کر رکھ دی ہیں۔''

اسی دور کا ایک منافق جو ادب وصحافت کی دنیا میں ''حق گو'' کے نام سے مشہور ہے، اس کے ایک ایک الزام کے فاضل مؤلف نے پرخچے اڑا دیئے ہیں۔

نصرۃ الحدیث کے مطالعہ سے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت وافادیت ضرورت بلکہ اس کے منصوص ہونے پر دل مطمئن ہو جاتا ہے، اس کتاب کا ایک ایک ورق ایمان افروز ہے۔

''نصرۃ الحدث کے فاضلانہ مقدمہ نے علامہ سیّد سلیمان ندوی مرحوم کے خطبات مدراس کی یاد تازہ کردی ہے۔''